بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ بأموالھم وأنفسھم أعظم درجۃ عند اللہ وأولئک ھم الفائزون

حیاتِ سیف اللہ



از قلم حکیم فیض عالم صدیقی شہید رحمۃ اللہ علیہ



فاروقی کتب خانہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون نمبر ۴۱۸۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

حیاتِ سیف اللہ



از قلم حکیم فیض عالم صدیقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون نمبر: ۳۱۸۰۹

نام کتاب ــــــــ خالد بن ولید

مؤلف ــــــــ حکیم فیض عالم صدیقی

صفحات ــــــــ ایک سو اٹھسٹھ ۱۶۸

طباعت ــــــــ رُوحانی پرنٹنگ پریس ملتان

ناشر ــــــــ فاروقی کتب خانہ۔ ملتان

بار ــــــــ اوّل

سالِ طباعت ــــــــ ۱۹۹۵ء

تعداد ــــــــ گیارہ سو ۱۱۰۰

قیمت ــــــــ ۵۱/- روپے

فہرستِ مضامین حیات سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

د

حکیم صاحبؒ کی دیگر کتب

- دامغ الظنون ——— =/56 روپے
- حقیقت مذہب شیعہ ——— =/90 روپے
- اختلافِ اُمت کا المیہ ——— =/105 روپے
- بنات الرسول ——— =/36 روپے
- القول المفتوح ——— =/21 روپے
- صدیقۂ کائنات ——— =/72 روپے
- حیاتِ سیف اللہ خالد بن ولیدؓ } =/51 روپے
- مقام صحابہؓ ——— زیر طبع
- عبد اللہ بن سبا ——— //
- شہادت ذی النورین ——— //

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین ءامنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللہ بأموٰلھم وأنفسھم أعظم درجۃ عند اللہ وأولٰئک ھم الفائزون ۲۰

حیاتِ سیف اللہ

خالد بن ولید

رضی اللہ عنہ

از قلم حکیم فیض عالم صدیقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون نمبر: ۳۱۸۰۹

فیض عالم صدیقی

(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا قسط ۳۰ صفحہ ۱۲۱۸)

ممتاز محقق عالم دین اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸/اپریل ۱۹۱۸ء کو فتحپور مضافات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے والد کا نام قاضی دین محمد تھا جو علاقے کی معروف شخصیت تھے۔ ابتدائی تعلیم فتحپور میں حاصل کی مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق بڑی چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا چنانچہ اسی دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسبان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست کے باعث منقطع ہوگیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوئے تھے اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ ضلع کٹھوعہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات ہوئے وہاں ہندو مذہب کا پورے انہماک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں مسلم کانفرنس کے احیاء اور مسلم کاز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طب میں آپ نے زبردست مہارت حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں الہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فاضل فارسی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اسی طرح طب میں بھی حکومت کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کردیا ان کے خلوص و انہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔ ان سیاسی ہنگاموں کے باوصف دینی خدمت سے غافل نہیں رہے اور محض توکل علی اللہ دھریالہ جالپ ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دار العلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی ہیں مولانا اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند ہیں لیکن ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ ہیں اسی جذبہ کی بنا پر بعض دفعہ انکی تحریر سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے موثر انداز میں سمجھانے کے ماہر ہیں۔ ان کا طرز تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت بھی پائی جاتی ہے تحقیق کے میدان میں انہوں نے بڑے نازک مسائل پر قدم اٹھایا ہے روافض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع ہے اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے ان کی باقاعدہ تصنیف اختلاف امت کا المیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تھی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تموج پیدا ہوگیا اور معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے جامد تقلید کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا ہے۔ ان کی کتاب کا حصہ دوم رفض کے رد میں ہونے کی وجہ سے سابقہ حکومت نے ضبط کرلیا تھا۔ ان کی تصنیفات میں مقام صحابہ، واقعہ کربلا، عترت رسول ﷺ، شہادت ذوالنورینؓ، مشکوٰۃ شریف کے فوایدِ غزنویہ پر ایک نظر، خلیفہ مروان بن الحکم، سلطان ٹیپو، افادات بنگش، مختصر تاریخ راجور، حقیقت مذہب شیعہ شامل ہیں۔



نذرانہ عقیدت

اس بطل جلیل فاتح اعظم کے حضور میں جو بیک وقت اپنی حربی بصیرتوں میں چنگیز بھی تھا اور نپولین بھی، اپنی جنگی تدابیر میں تیمور لنگ بھی تھا اور چنگیز اعظم بھی فتوحات میں سکندر اعظم بھی تھا اور فریڈرک اعظم بھی۔ اپنی ذاتی شجاعتوں میں رستم و اسفندیار بھی تھا اور ہینی بال بھی، اس کے مجاہدانہ کارنامے خالص لوجہ اللہ تھے ان میں کوئی آمیزش تھی نہ میل اور نہ نقص، وہ جہاں سے اور جس طرف سے بھی گذرا فتوحات کے پھریرے اڑاتا ہوا گذرا۔ اس نے جس طرف بھی رُخ کیا فتوحات، کامرانیوں اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم چومے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار کے علاوہ تقریباً جزیرہ نما عرب کے تمام اسلامی صوبوں میں ارتداد کی لہر اس شدت سے اٹھی جیسے کوئی طوفان بلاخیز ہو۔ مگر اُس نے ایک طرف ارتداد کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے دوسری طرف ایران کی ہزارہا سالہ متمدن ایرانی سلطنت کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا اس نے پندرہ سال کی قلیل مدت میں چھوٹی موٹی جھڑپیں چھوڑ کر اکتالیس سے زائد عظیم جنگیں لڑیں اور فتح و کامیابی نے اس کے پاؤں چومے۔

اس بھری دنیا میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ سے پہلے اتنا عظیم فاتح ہوا نہ ”بعد میں“ وہ تاریخ عالم کا ایک زندہ و تابندہ فاتح تھا رضی اللہ عنہ۔

فیض عالم صدیقی

یکم جنوری ۱۹۸۳ء۔ جہلم

ہم سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی حیات مبارکہ

کو پانچ ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں

دورِ اوّل۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے۔

دوسرا دور۔ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کارنامے۔

تیسرا دور۔ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے مجاہدانہ کارنامے۔

چوتھا دور۔ خلیفہ ثانی شاہکار رسالت مراد محمدؐ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشیاں۔

پانچواں دور۔ مجاہدانہ خدمات سے علیحدگی اور زندگی کا آخری زمانہ اور وفات رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ مقامات جہاں سیدنا سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معرکے سر کئے

جنگ موتہ جس کی فتح پر حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو سیف اللہ کا خطاب ملا، فتح مکہ، جنگ حنین، محاصرۂ طائف، محاصرۂ تبوک، دومۃ الجندل، نجران، طلیحہ سے جنگ، یمامہ، جنگ سلاسل، جنگ دریا، جنگ ولجہ، حیرا، انبار، عین التمر، دومۃ الجندل میں دوسری جنگ، خطرناک سفر، جنگ اجنادین۔ تسخیرِ دمشق، تسخیر حمص، یرموک، کاظمہ، بزاخہ، ابلہ، بناج، نقرہ، مذار، تیما، مقنا، ماہان، ایلہ، عمان، غزہ، بصرہ، موصل، تومر، بیروت، نصیبین، شیزر، لاذقیہ، حلب، رہا، آماز، انطاکیہ، مرعش، ملطیہ،



ابتدائیہ

اس وقت مذاہب عالم کی تواریخ کے لاکھوں صفحات ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ہندو مذہب کی مہابھارت اور رامائن جیسی ضخیم کتب جنہیں آج مذہبی تقدس کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے ان میں سے اوّل الذکر میں کورو پانڈو کی جنگ اور موخر الذکر میں رام چندر کا راون کے لنکا پر حملہ اور بس عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخیں سرے سے ان ابواب سے خالی ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں "تو اور تیرا رب جا کر لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں (القرآن) کہتے نظر آتے ہیں۔ اور عیسائی سرے سے ہی اس میدان کے کنارے بھی نہ پہنچ سکے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں بعد میں جو کچھ سرانجام ہوا وہ قرون وسطیٰ میں اسلام کی فتوحات کا تاثر تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد عالم اسلام میں ہمیں صرف اور صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی ذات نظر آتی ہے جو جزیرہ نما عرب، عراق اور شام کے نقشے پر نظر ڈال کر ان مقامات کو دیکھنے سے جو سیدنا سیف اللہ کے ہاتھوں فتح ہوئے کہ ایک بجلی ہے جو شمال سے جنوب، مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق کی طرف کوندتی نظر آتی ہے۔

ہندوؤں کے مہابھارت میں جب ایران کے فردوسی کو کرشن کے ہاتھ میں سدرشن چکر نظر آیا اور رامائن میں اسے ہنومان جیون بوٹی کا پہاڑ دکھائی دیا تو اس نے اپنی تالیف شاہنامہ میں رستم و اسفندیار اور ان کے ہفتخوان تخلیق کر کے اسلام کے جانبازوں کی فتوحات اور ان کے کارناموں کو پس منظر میں دھکیلنے کی کوششیں کیں۔ مگر اس کا اسلام کے خلاف بغض باطن مسلمانوں کی عملی زندگی کے کارناموں کو غبار آلود نہ کر سکا۔ البتہ اس کے پلٹن روؤں میں سے ایک فرزند مجوس نے صداقت، عدالت، شجاعت اور امامت کے شہکارِ اعظم کو خاک و خون میں

تہتیا کر ختم کر دیا اور یہود کے ایک بیٹے نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی نظریات میں اپنے باطن کے کیچڑے داخل کر کے اپنے ڈھب کا ایک ہیولے تراش کر تخیلاتی اور تصوراتی دنیا میں کئی رنگ بھرے۔

مگر کجا عملی دنیا اور کجا تخیلاتی دنیا۔

حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسلام کی فتوحات کے دو دور ہوئے۔

دورِ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضؓ اور سیدنا فاروق اعظم رضؓ کا دور۔ اس دور میں ہمیں سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضؓ سیدنا سعد بن وقاص رضؓ، سیدنا مثنیٰ شیبانی رضؓ، سیدنا ضرار بن ازور رضؓ سیدنا قعقاع رضؓ کے اسماء گرامی عالم اسلام میں تابناک ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ مگر ان سب میں سیدنا خالد سیف اللہ کا مقام منفرد اور یکتا نظر آتا ہے وہ ایک بجلی تھی جس کی چمک سے ایک عالم منور ہوا۔

دوسرا دور سیدنا معاویہ رضؓ کا دور تھا جس میں شہادت ذوالنورین رضؓ سے عالم اسلام میں جو افتراق پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو کر تمام عالم اسلام ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر فرد واحد بن گیا۔

تیسرا دور امیر المومنین ولید بن عبدالملک کا تھا۔ ولید کی جہاں بین نظروں نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے مدبر، مقنن، فاتح اور علوم متداولہ کے حامل کو عالم اسلام کے تمام مشرقی، شمالی اور مغربی صوبوں کی گورنری پر فائز کر کے گویا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔

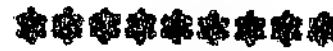
حجاج کا مستقر بصرہ تھا اس نے اپنے مستقر میں بیٹھے ہوئے محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم کو مشرق، مغرب اور شمال کی طرف بھیجا۔

محمد بن قاسم نے مشرق میں ملتان تک سندھ کو فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا راستہ ہموار کیا۔ دیبل سے بصرے کا فاصلہ تیرہ سو میل ہے عقل یہ باور کرنے سے ابا کرتی ہے کہ حجاج کو دیبل سے آٹھویں روز جنگی کارروائیوں کی اطلاع مل جاتی تھی اور محمد بن قاسم کو اس کی ہدایات مل جاتی تھیں۔ اور یہ سلسلہ ہر روز جاری رہتا تھا اسی طرح موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم اپنی روزانہ کارروائیوں سے

حجاج کو مطلع کرتے رہتے اور اس کی ہدایات کے مطابق پیش قدمی کرتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے مغرب میں مراکش تک پہنچ کر سپین کی فتح کا راستہ صاف کیا۔ اور قتیبہ بن مسلم نے چین کی سرحد تک پہنچ کر موجودہ روسی مقبوضہ ریاستوں کی فتوحات کا راستہ صاف کیا۔

میں کہہ رہا تھا کہ حضرات شیخینؓ کے دور امارت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کیا کارنامے انجام دیئے۔ یہ سب کچھ ایک چلتے پھرتے انسانی ڈھانچے سے سرزد ہونا آج ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوا اور آج تک تاریخی صفحات پر اس فاتح اعظم کے کارنامے سنہری حروف میں ثبت ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی کے حالات اور فتوحات پر میجر جنرل آغا ابراہیم اکرم نے جس کاوش، محنت ہمت اور دیدہ ریزی سے کام کیا ہے اس کے بعد کسی کے لکھنے کا کوئی کام نہیں باقی نہیں رہا۔ ان کی اصل تالیف انگریزی میں ہے جس کا اردو میں ترجمہ عزیز ہمدانی اور شہید بناری سے کیا ہے۔ موجودہ کم فرصتی کے زمانہ میں اس قدر ضخیم کتاب کا مطالعہ کاروباری اور مصروف ترین زندگیوں میں تقریباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس ہیچمدان نے چاہا کہ سیدنا خالد سیف اللہؓ کی زندگی اور فتوحات کے حالات مختصر سے مختصر صورت میں پیش کرنے کی کوشش کروں۔ تاکہ عدیم الفرصت اصحاب بھی اس محسن اسلام اور فاتح اعظمؓ کی زندگی کے حالات سے کسی حد تک واقف ہو سکیں۔



پہلا دور

سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب باپ کا نام الولید تھا جو مکہ میں اپنی امارت، وجاہت اور سخاوت کی وجہ سے الوحید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، مخزوم کے نام سے یہ قبیلہ مخزومی کہلایا۔ مخزوم یقظہ کا بیٹا تھا۔ یقظہ اور کلاب جو مرّہ کے بیٹے تھے۔ یہاں پہنچ کر سیدنا خالدؓ کا شجرۂ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے مل جاتا ہے۔

بچپن عرب کے کھاتے پیتے گھرانوں کے بچوں کی طرح سیدنا خالدؓ کا بچپن بھی صحرائی ماحول میں گزرا۔ بچپن میں چیچک کا حملہ ہوا۔ آپ کے چہرہ پر چیچک کے داغوں کے چند نشان تھے جو بجائے بد نمائی کے خوبصورت نظر آتے تھے۔ سیدنا خالدؓ کو اپنے باپ کی خصوصیات یعنی جرأت، جنگی مہارت، جفاکشی اور سخاوت ورثہ میں ملی تھیں۔ انہیں اپنے اسلاف پر بڑا ناز تھا۔

قریش میں بنو مخزوم کا مقام قریش مکہ نے اپنے مختلف قبائل کے سپرد مختلف کام کر رکھے تھے۔ بنو مخزوم کے سپرد دشمنوں سے جنگ کے وقت قریش کے دستوں کی قیادت تھی۔ اس لئے اس خاندان کے لوگ مہمات کی تیاری سامان جنگ کی فراہمی، گھوڑوں کی پرورش اور نگہداشت میں خصوصی امتیاز کے حامل تھے سیدنا خالدؓ نے اسی ماحول میں عنفوان شباب کا زمانہ گذارا۔

بچپن کا ایک واقعہ دس گیارہ سال کی عمر میں ایک فوجی میلہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے ساتھ آپ نے کشتی لڑی جس میں سیدنا فاروق اعظمؓ کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسا شجاع، بہادر، نڈر اور پہلوان ہی آپ کی ٹکر کا انسان تھا۔

پہلوانی کے علاوہ نیزہ، برچھی، تیر اندازی، شمشیر افگنی میں آپ آغاز جوانی میں ایک بے مثل مقام حاصل کر چکے تھے۔

حلیہ چہرے پر چیچک کے ہلکے ہلکے نشان، قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا۔ شانے کشادہ سینہ پھیلا ہوا، بازو لمبے، داڑھی گنجان، مضبوط اور موزوں جسم کی وجہ سے مکہ بھر میں ایک موزوں ترین شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

الولید کی اولاد پانچ بیٹے تھے، خالد، ولید اپنے باپ کا ہم نام، ہشام، عمارہ اور عبد شمس دو بیٹیاں تھیں فاختہ اور فاطمہ۔

تجارتی اسفار الولید مکہ کا ایک مالدار ترین آدمی تھا، کامیاب تاجر تھا اور غلاموں کے ذریعے تجارت کرتا تھا مگر سیدنا خالد رضؓ جب جوان ہوئے تو باپ کی تجارت کا تمام کام خود سنبھال لیا۔ تجارت کے سلسلے میں سیدنا خالد رضؓ نے شام، غسان کے عیسائیوں مدائن کے پارسیوں قبطیوں اور بزنطینی رومیوں سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ اور ان کے حالات و عقائد سے واقفیت حاصل کی۔

بچپن کے دوست عمر بن الخطاب جو آگے چل کر خلیفہ دوم شہکار رسالت عمر فاروق اعظم رضؓ ہوئے عمرو بن العاص جو آگے چل کر عرب کے مدبر اعظم اور فاتح مصر ہوئے، عمرو بن ہشام جو آپ کا چچیرا بھائی تھا اور ابوالحکم کے نام سے مشہور تھا۔ جسے تاریخ میں ابو جہل کا خطاب ملتا ہے۔ ابو جہل کا بیٹا سیدنا عکرمہ رضؓ بھی آپ کے احباب میں سے تھا۔

اسلام حضور خاتم النبیین والمعصومین صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت جزیرہ نما عرب کی جو حالت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال اس ماحول میں گذارے سیدنا صدیق اکبر رضؓ عمر میں حضور اکرم ؐ سے کم و بیش دو سال چھوٹے تھے۔ ہمیں سیرت اور تواریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق اکبر رضؓ کے ساتھ بچپن سے تعلقات تھے۔ غار حرا میں جب جبرائیل امین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف نبوت بخشا

خوشخبری سے شادکام فرمایا اور آپ اپنے خانۂ اقدس میں تشریف لائے تو ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رض اپنے محبوب شوہر سے تمام کیفیت سن کر مشرف با سلام ہو گئیں۔ دوسرے روز خانۂ اقدس سے باہر نکلے تو صدیق اکبر رض نظر آئے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور صدیق اکبر رض کی تبلیغ سے چند دیگر پاکیزہ روحوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہی حضرت خالد سیف اللہ رض کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی۔

اور یہ آواز جب مکہ کے گلی کوچوں میں گونجی تو قریش مکہ نے کعبہ کی مجاوری کی وجہ سے اپنی آمدن میں کھنڈت دیکھی تو مخالفت پر اتر آئے مکی زندگیوں کا تیرہ سالہ دور مسلمانوں کے لئے ایک قہر، عذاب، تشدد، مخالفت اور سختی کا دور تھا۔

یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب داماد سیدنا ذوالنورینؓ اپنی بیوی سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ص کو ہمراہ لے کر چند مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت فرما ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں مسلمان، کفار مکہ کی جس بربریت، ظلم شقاوت کا نشانہ بنے رہے تاریخ عالم میں اس کی مثال ملنا ناممکنات میں سے ہے۔

ہجرت آخر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم الٰہی سیدنا صدیق اکبر رض کو ہمراہ لے کر عین دوپہر کے وقت جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں محو آرام تھے عازم مدینہ ہوئے۔

بدر ہجرت نبوی ص کے بعد ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کی قیادت کرتے ہوتے شام سے واپس لوٹ رہے تھے کہ انہیں مدینہ کے مسلمانوں کے حملہ کی خبر ملی انہوں نے مکہ میں ایک پیغامبر بھیجا۔ پیغام ملنے پر ابوجہل وغیرہ ایک ہزار کا لشکر لے کر عازم مدینہ ہوا۔ قافلہ تو بچ کر مکہ پہنچ گیا مگر مدینہ کے ۳۱۳ نہتے مسلمانوں کے ساتھ مکہ کے ایک ہزار مسلح کا فروں کا بدر کے مقام پر ٹکراؤ ہوا۔ ستر کافر قتل ہوئے۔ ستر قید ہو گئے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ جیسے سردار قتل ہو گئے اور جزیرہ نما عرب کے لوگوں کے لئے یہ ایک عجیب جنگ تھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بھائی ولید بھی گرفتار ہو گیا۔

اُحد

کفر و اسلام کا یہ دوسرا معرکہ تھا۔ کفار مکہ کو بدر میں جس ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ شعلہ زن کر دی تھی۔ مکہ کی سرداری اُموی سردار ابوسفیان کے سر تھی۔ بدر کا تمام مال غنیمت نئی جنگ کیلئے وقف کر دیا گیا اور تین ہزار کا لشکر لے کر ابوسفیان عازم مدینہ ہوا۔ اور یہ لشکر احد کے مقام تک پہنچ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقب کی پہاڑی پر پچاس صحابہ رضہ کا ایک دستہ حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔ جنگ شروع ہوئی تو کفار مکہ بھاگ نکلے۔ عقب کے جس درے کی حفاظت کے لئے پچاس مجاہدین کو تعینات فرمایا گیا ان میں سے چند ایک نے جب کفار مکہ کو بھاگتے دیکھا تو وہ درّہ چھوڑ کر کفار کے کیمپ میں پہنچ گئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ جو اس وقت لشکر کفار کے رسالے کے سالار تھے اپنی جنگی بصیرت اور فطری شجاعت کو بروئے کار لاتے ہوتے اسی درّہ کے راستے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا۔ ستر مسلمان شہید ہوئے مگر کفار اس کامیابی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور خود ہی میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ سید الشہدا، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہو کر سید الشہدا، بن گئے۔

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانان مکہ آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ رہے تھے مدینہ کے اصل باشندے جو تاریخوں میں انصار کے نام سے زندہ جاوید بن گئے اوس اور خزرج کی دو شاخوں میں بٹے ہوتے تھے۔ مگر یہ لوگ کاشتکار تھے۔ دولت کے سرچشمے یعنی تجارت، صنعت و حرفت، زرگری، اسلحہ سازی کی اجارہ داری یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ نام کی تین شاخوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کا بنیادی پیشہ سودی کاروبار کا تھا۔

مسلمانوں کی آمد سے انصار کی دونوں شاخیں متحد ہو کر مہاجرین سے یک جان ہو گئیں اور یہود کی سودی اجارہ داری ختم ہو گئی۔ وہ بدر اور احد کے مقام پر قریش مکہ کو پٹتے

ہوئے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ایک خاص سکیم کے تحت کفار مکہ سے رابطہ قائم کرکے انہیں مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا۔

قریش مکہ احد کی شکست کے بعد اپنے طور پر فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم اب کبھی بھی مسلمانوں سے نہیں الجھیں گے۔ مکہ کا سردار ابو سفیان تو بالکل کسی نئی جنگ کیلئے تیار نہیں تھا۔ پھر اس کی بیٹی۔ سیدۃ نساء العالمین سیدہ ام حبیبہؓ کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو ہم مل کر اس کے خلاف جنگ کریں گے۔ مگر بدر و احد میں کسی یہودی قبیلے نے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا۔ سب سے پہلے بنو قینقاع کی سازشوں کا علم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکال دیا۔ پھر بنو نضیر نے جنگ احد میں درپردہ کفار مکہ کا ساتھ دیا تو انہیں بھی شہر بدر کر دیا گیا۔ ان قبائل نے قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا اور اور آخر ابو سفیان کی سرکردگی میں عرب بھر کا دس ہزار بقول بعض کے تیس ہزار کا لشکر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑا۔

ان سطور سے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ لشکر کفار کے سالار اعظم تو ابو سفیان تھے مگر عملاً تمام لشکر کی باگ ڈور سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ عکرمہ اور صفوان کے ہاتھوں میں تھی۔ ایک روز اچانک شدید طوفان اور آندھی آئی۔ قریش اس آندھی سے گھبرا اٹھے اور ان کا یہ لشکر چار ہفتے خندق سے سر پھوڑتا واپس لوٹ گیا۔

جنگ خندق سیف اللہ خالدؓ کا کردار

چونکہ خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی کہ ایک دن سیدنا خالدؓ کو خندق عبور کرنے کی ایک عجیب تجویز سوجھی۔ انہوں نے پہلے خندق عبور کرنے کے لئے حملہ کیا مگر جب مسلمانوں کی مدافعانہ سرفروشی سے کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو بظاہر اس طرح واپس لوٹے کہ اب حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان بے خبر ہو گئے ہیں

تو اچانک پلٹ کر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ چند قریشی خندق عبور کرنے پر قادر ہو گئے۔ مگر مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کر کے سیدنا خالدرضؓ کی یہ سکیم ناکام بنادی۔

صلح حدیبیہ

حضور خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا کریں۔ آپ چودہ سو جاں نثاروں کو لے کر مدینہ سے عازم مکہ ہوئے۔ قریش مکہ کو علم ہوا تو وہ بڑے سٹ پٹائے۔ انہوں نے سیف اللہ خالد کو تین سو سوار دے کر راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ سیف اللہ خالد کراع انعمیم کے درّے میں پہنچ گئے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس سواروں کا ایک دستہ خالد کو الجھانے کیلئے بھیجدیا اور خود دوسرے راستے سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

دوسرا دور

قبول اسلام اور حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ میں آپ کی مجاہدانہ خدمات

صلح حدیبیہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ جو ایک وہبی جنگجو تھے اس بات پر غور کرنے لگے کہ آج تک مسلمانوں سے جس قدر جنگیں ہوئی ہیں ان سب میں باوجود عددی عسکریت کے ہمیں پے در پے کیوں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب ان کے ذہن میں ایک خاص تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔

عمرۃ القضا کے بعد آپ کے ذہن میں اپنے ابائی مذہب پر شک ہونے لگا اور جب انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا تو اپنے رفیق خاص عکرمہ اور چند دوسرے دوستوں سے اس ارادے کا اظہار کیا عکرمہ یہ سن کر سکتہ میں آ گئے۔ وہ رشتہ میں خالدؓ کے بھتیجے تھے۔ بات سردار مکہ ابوسفیان تک پہنچی۔ طویل گفتگو ہوئی مگر خالدؓ اپنے ارادہ پر ڈٹے رہے اور آخر ایک روز اپنی زرہ اور ہتھیار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر عازم مدینہ ہو گئے۔ راستہ میں سیدنا عمرو بن العاصؓ اور عثمان بن طلحہؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں بھی قبول اسلام کے لئے مکہ سے روانہ ہوتے تھے۔ آخر تین اصحاب پر مشتمل یہ پاکیزہ صفات اصحاب کا قافلہ ۳۱ مئی ۶۲۹ء یکم صفر ۸ ہجری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

سیدۃ نساء العالمین ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیف اللہ خالدؓ کی خالہ تھیں اس لحاظ سے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و خلوت میں حاضری کے تمام مواقع حاصل تھے۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

سیدنا خالدؓ اب سیف اللہ بن گئے

جنگ موتہ

سیدنا خالدؓ کو اسلام لائے تین مہینے ہو چکے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زمانہ میں مختلف حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ ایک سفیر بصریٰ کے غسان حاکم کی طرف بھیجا۔ جب سفیر موتہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے سردار شرجیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کرا دیا۔ دستور کے مطابق شرجیل کا یہ بہت بڑا جرم تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غسان سے بدلہ لینے کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور سالاری کے لئے زید بن حارثہ رضؓ کو منتخب فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ فوج کی کمان سنبھال لے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائے عبداللہ بن رواحہؓ لشکر کی قیادت کرے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنے میں سے جسے موزوں سمجھیں اپنا سردار بنا لیں اس لشکر میں سیف اللہ خالد ایک عام رضا کار کی حالت میں شامل تھے اور لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمانوں کا یہ لشکر جب معان کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ہرقل شہنشاہ روم نے موتہ کے مقام پر ایک لاکھ کا لشکر فراہم کر رکھا ہے مسلمان بلقا کے مقام تک پہنچ گئے۔ مگر عیسائی لشکر کا ٹڈی دل دیکھ کر موتہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا۔ یہ ستمبر ۶۲۹ء مطابق جمادی الاول ۸ھ کے تیسرے ہفتے کا واقعہ ہے۔ جنگ شروع ہوگئی سالار لشکر سیدنا زیدؓ جھنڈا اٹھائے سب سے آگے تھے اور پہلے ہلے میں ہی شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا سیدنا جعفرؓ نے سنبھالا مگر وہ بھی اعلیٰ علیین کو سدھار گئے۔ اب باری عبداللہ بن رواحہؓ کی تھی مگر وہ بھی جان ہار گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ سیدنا عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ثابت بن ارقم رضؓ نے جھنڈا سنبھالا۔ اور بلند آواز میں کہا کہ مسلمانو اپنے میں سے کسی کو فوراً سردار منتخب کر لو۔

اچانک سیدنا ثابت رضؓ کی نظر سیف اللہ خالد رضؓ پر پڑی۔ اور چلا کر کہا مسلمانوں تم میں خالد رضؓ جیسا شجاع اور بہادر موجود ہے اب یہی تمہارا قائد ہوگا۔ سیدنا خالد رضؓ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ عظیم المرتبت صحابی مجھ جیسے نو مسلم کو اپنا سالار بنائیں گے۔ مگر یہ سعادت روز الست سے ہی آپ کے مقدر کا حصہ بن چکی تھی آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا مگر اسلامی فوج کی حالت اب بگڑ چکی تھی سیدنا سیف اللہ خالد رضؓ نے اوّل اسلامی لشکر کو ایک قلعہ کی صورت دے کر عیسائیوں کے حملوں کو روکا۔ اور دوسرے مرحلہ میں ان پر حملہ آورانہ انداز سے آگے بڑھے۔ سیدنا قطبہ رضؓ کے ہاتھ سے مشہور عیسائی سردار مالک قتل ہو گیا۔ سیدنا خالد رضؓ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ چکی تھیں اور اب ان کے ہاتھ میں دسویں تلوار تھی۔ ادھر یہ ہنگامہ کارزار گرم تھا اور ادھر مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما اپنے صحابہ رضؓ کے سامنے بیان فرما رہے تھے، زید رضؓ شہید ہو گیا اب جعفر رضؓ سالار لشکر ہے لو اب وہ بھی شہید ہو گیا اور اب عبداللہ بن رواحہ رضؓ قائد لشکر ہے۔ پھر فرمایا اب وہ بھی شہید ہو گیا اور مسلمانوں نے اللہ کی تلوار کو اپنا سالار چن لیا ہے۔

پھر فرمایا لو ——— اب اللہ تعالیٰ نے خالد رضؓ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا ہے (بخاری) اس مقام پر ان کم علم مورخین یا متعصب ذہن کے سیرت نویسوں کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جنہیں سیدنا خالد رضؓ کی فتوحات اور کامرانیوں سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ وہ سیدنا خالد رضؓ کی موتہ کے مقام پر فتح سے انکار تو نہ کر سکے مگر یہ پھبتی لگانے سے باز نہ آسکے کہ خالد رضؓ بڑی کامیابی سے مسلمان لشکر کو بچا کر دشمنوں سے نکال لائے۔

فتح مکہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کا کردار

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کے حلیف بن سکتے ہیں اور جو قبائل چاہیں قریش مکہ کے حلیف بن سکتے ہیں۔ مکہ کا مشہور قبیلہ

بنوخزاعہ مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور بنوبکر کا قبیلہ قریش مکہ کا حلیف بن گیا۔ مگر بنوبکر نے قریش مکہ کی مدد سے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ حرم کعبہ میں پناہ لینے والوں کو بھی امان نہ دی۔ بنوخزاعہ کے چند افراد نے چھپتے چھپاتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ کر اپنی دردناک داستان سنائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق بنوبکر سے انتقام لینا ضروری خیال کیا۔ سردار مکہ ابوسفیان کو جب اسبات کا علم ہوا تو وہ مدینہ پہنچا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے چند جلیل القدر صحابہ کرام رضہ کے پاس پہنچا۔ مگر سب نے سرد مہری کا اظہار کیا اپنی بیٹی سیدۃ نساء العالمین ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضہ کے ہاں پہنچا مگر انہوں نے بھی توجہ نہ فرمائی آخر وہ ہر طرف سے ناامید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور معاہدہ کی تجدید کے متعلق عرض کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

اب وہ ناامید ہو کر مکہ لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے چند دن بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوجی کارروائی کے لئے فوری تیاری کا حکم دیا۔

مدینہ منورہ سے اسلامی فوج یکم جنوری ۶۳۰ء مطابق ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو روانہ ہوئی اسلامی فوج کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جحفہ کے مقام پر پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ سردار مکہ ابوسفیان کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی مکہ سے روانہ ہو گیا الظہران کے مقام پر سیدنا عباس رضہ سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ ابوسفیان کو ہمراہ لے کر واپس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سیدنا ابوسفیان رضہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سردار مکہ کے اسلام لانے سے بڑے خوش ہوئے اور اپنے لشکر کو فرمایا کہ مکہ میں داخلہ کے وقت جو شخص خانہ کعبہ میں یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو یا اپنا دروازہ بند کر لے اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

اب مکہ میں داخلہ کیلئے چار جیش تیار کئے۔ سب سے بڑے دستے کی سیدنا ابوعبیدہ رضہ کو

قیادت سپرد کی دوسرے دستے کو سیدنا زبیر رضؓ۔ تیسرے دستے کو سیدنا علی رضؓ اور چوتھے دستے کو سیف اللہ خالد رضؓ کی قیادت میں مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ باقی دستے تو بغیر کسی رکاوٹ کے خانہ کعبہ تک پہنچ گئے مگر سیدنا خالد سیف اللہؓ جس راستہ سے شہر میں داخل ہوئے اس راستہ میں سیدنا خالد سیف اللہؓ کے بھتیجے عکرمہ اور ان کے بہنوئی صفوان خندامہ کے مقام پر سرراہ ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ کے لئے یہ ایک عجیب تجربہ تھا۔ کہ ان کے مقابل ایک ان کا عزیز ترین دوست اور بھتیجا عکرمہ ہے اور دوسرا ان کی سگی بہن ناختہ کا شوہر صفوان ہے۔ عکرمہ اور صفوان کے دل میں شاید یہ خیال بھی ہو کہ خالد رضؓ ہمارے خلاف لڑنے سے احتراز کریں گے مگر آپ نے تمام دوستیوں اور رشتہ داریوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ اس جھڑپ میں عکرمہ اور صفوان تو بھاگ نکلے۔ مگر بارہ کافر مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روز اونٹنی پر سوار تھے۔ اور آپ کے پیچھے آپ کے نواسے سیدنا علی بن سیدنا ابی العاص رضؓ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا کے لخت جگر تھے۔ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، زبان اقدس سے جاء الحق وزھق الباطل کے کلمات فرماتے اور چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور بت گرتے جاتے۔ کعبہ کی دیواروں پر جو تصاویر تھیں ان کے مٹانے کے لئے اپنے محبوب نواسے سیدنا علی رضؓ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے ان کے دست مبارک سے تصویریں صاف کرائیں۔

خانہ کعبہ کے صحن میں تمام صنادید مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے ماضی کے تمام واقعات ان کی نظروں کے سامنے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو معاف فرما دیا۔ صرف تین مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد مکہ کے مضافات سے بتوں کو توڑنے کا ارشاد فرمایا۔ سیدنا سیف اللہ خالد رضؓ کو نخلہ کے

اہم ترین بت خانہ کو عزّیٰ کی دیوی سے پاک کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ ۳۰ سواروں کے ہمراہ نخلہ پہنچے۔ اور عزّیٰ کے بت کو توڑ کر وادی نخلہ کو بت پرستی سے پاک کیا۔

تہامہ

وادیٔ نخلہ کے بعد سیدنا سیف اللہ خالد رضؓ کو ۳۵۰ سوار دستے کی قیادت پر مامور فرما کر مکہ کے جنوب میں تہامہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے قبائل کے ہاتھوں سیدنا خالد سیف اللہؓ کے چچا ابن المغیرہ قتل ہوتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے ہتھیار ڈال کر اسلام قبول کر لیا۔ مگر آپ کے ہاتھوں چند افراد قتل ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ سے باز پرس فرمائی۔ جواب میں آپؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ وہ لوگ دل سے اسلام نہیں لاتے تھے۔ مگر بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا خون بہا ادا کرنے کا ارشاد فرمایا اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔

جنگِ حنین

فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے باہم مل کر اسلامی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خطرے کے پیشِ نظر مشورہ کر کے مکہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسباب کا ارادہ فرما رہے تھے کہ مکہ کے مضافاتی علاقوں میں بھی اسلام کی آواز پہنچائی جائے۔ بیک وقت دونوں اطراف سے افواج روانہ ہوئیں ہوازن اور ثقیف قبائل نے پیش قدمی کر کے حنین کی وادی کے دونوں طرف پہاڑیوں کی کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز بٹھا دیئے مکہ سے جو لشکر روانہ ہوا اس میں دو ہزار نو مسلم بھی تھے۔ مکہ سے روانہ ہونے والے لشکر کے ہراول میں بنو سلیم کے سات سو آدمیوں کا دستہ تھا۔ جن کی قیادت سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کر رہے تھے۔ ۳۱ جنوری کو مسلمانوں نے حنین کی وادی میں پہنچ کر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز صبح لشکر روانہ ہوا۔ خبروں کے مطابق یہ مقابلہ اوطاس کے میدان میں ہونا تھا۔ مگر مسلمانوں کا لشکر

جب حنین کی وادی کے تنگ حصے میں پہنچا تو دونوں طرف سے اس پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے تیروں کی زد میں آنے والا پہلا شخص سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے بار بار پکار کر کہا کہ جم کر مقابلہ کرو لیکن اس افراتفری کے عالم میں کسی نے ان کی پکار نہ سنی۔ وہ اپنے مقام پر ڈٹے رہے مگر بری طرح زخمی ہو کر اسی ریلے میں بہہ گئے۔ مگر شدید زخموں کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے بنو سلیم کا یہ بھاگتا ہوا ریلا جب واپس ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ کوئی بہت بڑی آفت آ گئی ہے۔ مکہ کے نومسلموں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی بھاگ نکلے چونکہ وہ تمام لشکر میں ملے ہوئے تھے اس لئے بھگدڑ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز سفید خچر پر سوار تھے اور خچر کا لگام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ابو سفیان بن نوفل کے ہاتھ میں تھا۔ ابو سفیان کے علاوہ آپ کے رکاب میں اس وقت صرف نو صحابہ کرام رضؓ رہ گئے تھے۔ جن میں ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضؓ، عباس رضؓ، اور علی رضؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

"میں اللہ کا رسول محمد ابن عبداللہ ہوں"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گروہ کے ساتھ دائیں طرف ہٹ کر ایک چٹان پر چڑھ گئے چند آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے مگر صحابہؓ نے انہیں پسپا کر دیا حضور اکرمؐ کے ارشاد مطابق سیدنا عباس رضؓ نے مسلمانوں کو پکارنا شروع کیا تو بکھرے ہوئے مسلمان جوق در جوق خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ ہوازن کے حملے کا زور ٹوٹ گیا۔ اور ان کے دو پہلوانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

انا نبی لاکذب

انا ابن عبدالمطلب

کفار کے سالار مالک نے جس جنگی فراست سے یہ منصوبہ بنایا تھا اب اسے اس کی ناکامی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی حملے کیلئے ایک رسالہ ترتیب دے کر اس

کی قیادت سیدنا زبیر رضؓ کے سپرد کی۔ اس جوابی حملہ تک خالد رضؓ جہاں گرے تھے بے ہوش پڑے رہے۔ کفار بھاگ نکلے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ بے ہوش پڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں پر پھونکا اور انہوں نے یوں محسوس کیا کہ وہ پھر طاقتور اور لڑائی کے قابل ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جلد ہی بنو سلیم کو یکجا کر لیا اور سیدنا زبیر کے سوار دستے کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سیدنا زبیر بن العوامؓ نے پوری وادی کو کفار سے خالی کرا لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے دستے کی قیادت ابو عامر رضؓ کے سپرد کر کے انہیں اوطاس کی جانب بھیجا۔ مگر وہ نو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے اور قیادت ان کے بھائی ابو موسےٰ نے سنبھال لی۔ انہوں نے ہوازن کا اڈہ کفار سے خالی کرا لیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ دشمن کے ناگاہ حملے کی زد میں آ گئے آئندہ کے لئے انہوں نے تہیہ کر لیا کہ کسی موقع پر بے خبری میں حملے کا شکار نہیں ہوں گے۔ سیدنا ابوسفیانؓ نے اس معرکہ میں بڑی جرأت ایمانی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ ان کی ایک آنکھ اس جنگ کی نذر ہو گئی۔

تبوک اور دومۃ الجندل

۹ھ موسم گرما میں یہ افواہیں مدینہ میں پہنچنی شروع ہوئیں کہ رومیوں نے شام میں بھاری فوجیں جمع کرنی شروع کر دی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ہراول دستے اردن میں داخل کر دیئے ہیں اور ہرقل خود حمص میں پہنچ چکا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر مسلمانوں کو آگے بڑھ کر عیسائیوں کے حملے کو روکنے کیلئے تیاری کا حکم دیا۔ اور چندہ کی فراہمی کا ارشاد فرمایا۔ یہی وہ موقع تھا جب سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے گھر کا تمام سامان لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ

نے اپنا آدھا مال اور سیدنا ذوالنورینؓ نے ایک ہزار اونٹ معہ سامان کے اور طلائی سکوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سکوں کو اپنے مقدس ہاتھوں میں اچھالتے ہوئے فرماتے جارہے تھے کہ آج سے بعد عثمان رضؓ کا کوئی فعل اسے ضرر نہیں پہنچائے گا

وسط اکتوبر ۶۳۰ء مطابق رجب ۹ھ اسلام کا یہ لشکر دس ہزار سواروں اور تیس ہزار پیادوں پر مشتمل عازم تبوک ہوا۔ اس علاقہ کے مشہور مقامات ایلہ، جربہ، اذرح اور مقنہ کے حکمرانوں نے جزیہ دینے کا وعدہ کرکے اطاعت کا اقرار کیا۔ مگر تبوک سے کچھ آگے دومۃ الجندل کے عیسائی حکمران اکیدر بن مالک نے کچھ پرواہ نہ کی۔

حضور خاتم المعصومینؐ نے اس کی سرکوبی کیلئے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو چار سو سوار کا دستہ دے کر اس کی طرف بھیجا۔ اکیدر اس وقت شکار میں مشغول تھا سیدنا خالد رضؓ نے پہلے حملے میں ہی اسے گرفتار کرلیا۔ سیدنا خالد رضؓ اس مقتدر قیدی کو لے کر حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اکیدر نے صلح کی پیش کش کی اور اپنی جان کیلئے بھاری فدیہ اور جزیہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا جو قبول فرمالیا گیا۔

فتح نجران

جولائی ۶۳۱ء مطابق ربیع الآخر ۱۰ھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی مہم سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی سرکردگی میں شمالی یمن کے علاقہ نجران کی طرف بھیجی۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب چار سو جنگجو سوار تھے۔ آپ نے نجران پہنچ کر بنو حارثہ بن کعب سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور آپؓ کافی عرصہ اس قبیلہ میں مقیم رہ کر انہیں اسلامی طور طریقوں کی دعوت دیتے رہے۔

جنوری ۶۳۲ء مطابق شوال ۱۰ھ آپؓ ان لوگوں کا ایک وفد لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

کی اس کارکردگی کو نہایت سراہا۔ اوران لوگوں میں سے ایک امیر مقرر کر کے انہیں واپس بھیج دیا۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبّہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی یہ آخری مہم تھی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبّہ کے آخری ایام میں اسود عنسی نے جس کا اصل نام عبتہلہ بن کعب تھا اور سیاہ رنگت کی وجہ سے اسود، گدھے کی سواری کی وجہ سے ذوالحمار کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالخمار کے ناموں سے مشہور تھا۔ یمن کے شہر صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ ایک ہاتھ اور آگے مار کر رحمٰن الیمن کہلانے لگا کی سرکوبی کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن ہبیرہ کو بھیجا انہوں نے چند مقامی مسلمانوں کے ذریعے اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ وصال نبویؐ سے چھ دن پہلے یہ واقعہ گذر چکا تھا۔

عالم اسلام کے خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے کارنامے

حضور خاتم النبیین والمعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لئے ایک شجر طوبیٰ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے فوجی قائد، فرمانروا، منصف، معلم، ہادی، دوست، راہنما، غمگسار، ہمدرد، شفیق، سرپرست سب کچھ تھے، صحابہ کرام رضؓ میں سے جب بھی کسی کو کوئی مشکل پیش آئی وہ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حالات بیان کرتا اور سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹتا۔ مگر اچانک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے عالم عقبیٰ کو تشریف فرمائی نے ان سے گویا سب کچھ چھین لیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں اپنے محبوب ساتھی سیدنا صدیق اکبر رضؓ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا ارشاد فرما کر اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ میرے

بعد مسلمانوں کے معاملات کے سربراہ ابوبکر رضؓ ہی ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کی خبر آناً فاناً تمام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی۔ مکہ، مدینہ اور طائف کے
علاوہ پوری اسلامی مملکت میں فتنہ ارتداد پھوٹ نکلا۔ ایک طرف کذّاب مدعیان نبوت
دوسری طرف مانعین زکوٰۃ اور تیسری طرف ان نومسلم کم علم لوگوں کا تذبذب جو صرف سیاسی
مصالح کی بنا پر مشرف باسلام ہوئے تھے اور اس پر مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی زندگی کے آخری ایام میں زید بن حارثہ رضؓ کو ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے عازم موتہ
ہونے کا ارشاد فرما چکے تھے مدینہ میں ہر چہار اطراف سے بڑی مایوس کن خبریں پہنچ رہی تھیں۔
یہاں تک کہ مدینہ سے شمال مشرق کی طرف ستر میل کے فاصلہ پر ابرق کے مقام پر مدینہ پر حملہ
کرنے کیلئے مرتدین کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اور مدینے سے ۲۴ میل مشرق کی طرف ذوالقصہ
کے مقام دوسرا اجتماع ہوا۔ پھر یہ اطلاعات پہنچیں کہ طلیحہ بن خویلد، مسیلمہ بن حبیب اور
سجاع بنت الحارث نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے پاس بڑے بڑے لشکر فراہم کر لئے ہیں۔ ان
حالات سے اکثر صحابہ کرام رضؓ بڑے متردد اور پریشان تھے۔ ان میں سے اکثر نے فیصلہ کر کے
ایک وفد مرتب کیا کہ "اوّلین خلیفہ رسولؐ" کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ ایسے نازک وقت
میں اسامہ رضؓ کے لشکر کو مدینہ میں روک لیا جائے وفد کا پیغام لے کر سیدنا فاروق اعظم رضؓ خلیفۂ
رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت مدبرانہ انداز میں وفد کی ترجمانی کے فرائض ادا کئے
خلیفہ رسول خاموشی اور سکون سے فاروق اعظم رضؓ کے استدلال سنتے رہے اور جب فاروق
اعظم رضؓ خاموش ہوئے تو خلیفۂ رسولؐ نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا عمر رضؓ! کان کھول کر
سُن لو میں اس لشکر کا جھنڈا کھولنے کیلئے تیار نہیں جسے خود رسول اللہؐ نے بلند کیا تھا میں
مانعین زکوٰۃ سے اس وقت تک جہاد جاری رکھوں گا جب تک اونٹ کی وہ رسی بھی وصول
نہ کر لوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں جمع ہوتی تھی فاروق
اعظم رضؓ یہ سن کر ان لوگوں کے پاس پہنچے جنہوں نے انہیں بھیجا تھا اور بڑے غصّے کے

انداز میں کہا تم نے خواہ مخواہ مجھے وہاں بھیج کر شرمندہ کیا ہے۔
یہ کسے معلوم تھا کہ بظاہر جو شخص عمر کے ساٹھ سال گزار چکا ہے۔ نازک اندام، چھوٹے قد اور دبلے پتلے جسم کا اندر دو آدمی ہے جس کی نازک آنکھیں اس کی پتلی بھووں کے نیچے اندر کو دھنسی ہوتی ہیں۔ جو بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر ہو چکا ہے اس کے بڑھاپے اور ضعف کے آثار میں اضافہ ہو چکا ہے ایک حلیم، نرم دل، نرم مزاج اور نہایت رقیق القلب ہے۔ جس کی آنکھوں میں آسانی سے آنسو بھر آتے ہیں وہ یوں ایک سنگ خارا کی چٹان اور لوہے کی لاٹ ثابت ہو گا۔ آپؓ نے فوراً سیدنا اسامہ رضؓ کو روانگی کا حکم دیا اور فوراً کچھ فاصل پیدل اس کے جلو میں چلے۔ آخر اسامہ رضؓ کو رخصت کرتے وقت کہا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں عمر رضؓ کو مشورے کیلئے اپنے پاس روک لو۔ اسامہ رضؓ نے آپ کی اس بات پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضؓ کو اجازت دیدی۔

ذوالقصہ کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسولؐ کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصہ کے مرتدین نے اپنا وفد خلیفہ رسولؐ کے پاس بھیجا۔ مرتدین کا خیال تھا۔ خلیفہ رسولؐ ہماری شرائط مان لیں گے مگر آپ نے انہیں بڑی سختی سے دھتکار دیا۔ اور خود آگے بڑھ کر ذوالقصہ میں جمع مرتدین پر حملہ کر دیا۔ اور انہیں مار بھگایا۔ اسی موقع پر کسی سرکش قبائلی سردار نے بھاگتے ہوئے کہا تھا قہر عربوں پر بن ابو قحافہ کا (بلاذری) یہ واقعہ ۳۰۔ جولائی ۶۳۲ء ۸ رجمادی الاول ۱۱ھ کا ہے۔ نعمان بن مقرن کو وہاں کا انتظام سپرد کر کے خلیفہ رسولؐ واپس ہوئے لشکر اسامہ رضؓ بھی اگست میں مدینہ پہنچ گیا۔ اور ارتداد کا پہلا فتنہ ختم ہو گیا۔

ابرق کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسول کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصہ کی فتح کے بعد خلیفہ رسول بنفس نفیس مرتدین کے دوسرے اجتماعی اڈے ابرق کی طرف بڑھے۔ ذوالقصہ سے بھاگنے والے بھی اس مقام پر جمع ہوگئے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رسول کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح یابی سے ہمکنار فرمایا۔

اب بزاخہ میں مدعی باطل طلیحہ، بطاح میں مالک بن نویرہ اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے نپٹنا تھا۔

اس وقت خلیفہ رسولؐ صدیق اکبرؓ کی ذات عالم اسلام کے لئے گویا بحر انحراف میں ایک جزیرہ ایمان، ابلیسانہ یلغار کے سامنے ایک چمنستان سکون، کفر و عصیان کی شب تاریک میں شمع فروزاں کی مانند تھی۔

مورخ حیران ہیں کہ اس نحیف و نزار انسان سے یہ سب کچھ کیسے سرزد ہوا۔

اب آپ نے گیارہ جیوش مختلف سالاروں کے تحت مختلف علاقوں کی طرف روانہ کئے ہر جیش کا جھنڈا الگ تھا۔

۱۔ جیش سیف اللہ خالدؓ کی قیادت میں طلیحہ کی سرکوبی کے لئے بزاخہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ طلیحہ سے نپٹنے کے بعد مالک بن نویرہ حاکم بطاح کی سرکوبی کریں۔

۲۔ سیدنا عکرمہؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی کیلئے مامور فرمایا۔

۳۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کو تبوک دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا۔

۴۔ سیدنا شرجبیلؓ کو سیدنا عکرمہؓ کی کمک پر مامور فرمایا۔

۵۔ سیدنا خالد بن سعید اموی کو شامی سرحدات کی طرف بھیجا۔

۶۔ سیدنا طریفہ بن حاجز کو ہوازن اور بنو سلیم کے مرتدین کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔

۷۔ سیدنا علاء بن الحضرمی کو بحرین۔

۸ :- سیدنا حذیفہ بن محصن کو عمان ۔
۹ :- سیدنا عرفجہ بن ہرثمہ کو مہرہ ۔
۱۰ :- سیدنا مہاجرین ابی امیہ یمن اور حضر موت ۔
۱۱ :- سیدنا سوید بن مقرن کو شمالی یمن کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

طلیحہ سے جنگ

جونہی جیوش کی تشکیل ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ اپنے جیش کو لے کر طلیحہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ طلیحہ نے اپنے عناد کا پہلا مظاہرہ جنگ احد کے بعد کیا تھا اس نے ایک لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا دوبارہ جنگ خندق میں کفار کا ساتھ دیا۔ تیسری بار جنگ خیبر کے موقع پر یہودیوں کا ساتھ دیا وفود کے سال وہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے مریدوں میں اضافہ شروع ہو گیا۔ غطفان، طے، ہوازن، بنو سلیم کے قبائل نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بزاخہ میں طلیحہ کی سرگرمیاں پورے عروج پر تھیں۔ جب خالد سیف اللہ رضؓ ذوالقصہ سے روانہ ہوئے تو طلیحہ پوری طرح جنگ کیلئے تیار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے پہلے قبیلہ طے کی طرف توجہ کی۔ عدی بن حاتم نے ان کا ساتھ دیا۔ جب بزاخہ ایک منزل رہ گیا تو آپؓ نے دو آدمیوں کو دیکھ بھال کے لئے آگے بھیجا ان کی مٹھ بھیڑ طلیحہ کے بھائی حبال سے ہوئی۔ جو ان کے ہاتھوں واصل بجہنم ہوا۔

بھائی کی موت کی خبر سن کر طلیحہ آگ بگولا ہو گیا۔ طلیحہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کے ساتھ آگے بڑھا اور دو مسلمان مجاہد جن میں سے ایک کا نام عکاشہ رضؓ تھا شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ آگے بڑھے اور ایک کھلے میدان میں لشکر کو ترتیب دیا سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے چھ ہزار لشکر کے ساتھ طلیحہ

کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ یہ ستمبر ۶۳۲ء جمادی الآخر ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنے جیش کے آگے رہ کر اپنے لشکر کی قیادت خود کی مدعی باطل اپنے سر پر عمامہ باندھے کاندھوں پر چوغا ڈالے اپنے لشکر کے عقب میں ایک خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور ایسا انداز اختیار کیا گویا اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے بلا توقف طلیحہ کے اگلے مورچوں پر حملہ کر دیا۔ بنو فرازہ نے مقابلہ کیا لیکن پھر بھاگ نکلے۔ ہزیمت کے آثار دیکھ کر عیینہ اپنا گھوڑا بھگا کر طلیحہ کے پاس پہنچا اور پوچھا کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے جواب ملا ابھی نہیں۔ اس دوران سیدنا خالد سیف اللہ طلیحہ کے قلب لشکر تک پہنچ گئے۔ عیینہ نے دوبارہ طلیحہ کے پاس پہنچ کر دریافت کیا۔ اب کے طلیحہ نے جواب دیا "تمہارے پاس بالکل اسی کی جیسی اور آج کا دن ایسا ہے جسے تم کبھی نہیں بھول سکو گے"۔ عیینہ یہ سن کر بنو فرازہ کے پاس پہنچا اور چلا کر کہا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اپنی جانیں بچاؤ یہ سنتے ہی بنو فرازہ بھاگ نکلے۔ میدان سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے ہاتھوں رہا۔ چند بھگوڑے طلیحہ کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا بھاگ نکلو اور اپنے بال بچوں کو بچاؤ۔

طلیحہ نے اپنی بیوی کو اونٹنی پر بٹھایا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ اور شام میں پہنچ کر قبیلہ کلب کے ساتھ سکونت اختیار کر لی جب اس نے سنا کہ قبیلہ بنو اسد کے لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ رسول ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کے زمانہ میں وہ حج کے لئے مکہ پہنچا۔ مگر خلیفہ رسول ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی چند سال بعد مدینہ منورہ میں خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ کو سیدنا عکاشہ رضؓ اور ان کے ساتھی کی شہادت کا بڑا صدمہ تھا۔ آپؓ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ طلیحہ بڑا لسان حاضر جواب اور چرب زبان تھا۔ اس نے سیدنا فاروق اعظم رضؓ کی خوشنودی حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ آخر آپؓ نے فرمایا او مکار تیری غیب دانی کا کیا ہوا۔ اس نے فی البدیہہ جواب دیا وہ تو دھونکنی کی ایک پھونک تھی۔

عراق پر تیسری چڑھائی کے وقت طلیحہ نے اپنی شجاعت اور فن حرب کے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔ قادسیہ کی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اور نہاوند کی جنگ میں بڑی شجاعت سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔

طلیحہ کے بھاگ نکلنے کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے گرد و نواح کے قبائل کی تسخیر کے لئے اپنی فوج کے مختلف دستے روانہ کئے۔ عیینہ کے تعاقب میں خود روانہ ہوئے۔ وہ ابھی ساٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے غمرہ تک پہنچا تھا کہ آپؓ نے اسے جالیا۔ عیینہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ متعدد مرتدین مارے گئے اور خود گرفتار ہو گیا۔ قبیلہ غطفان کے سردار کا بیٹا ایک معمولی قیدی کی حیثیت میں مدینے لایا گیا۔ مدینہ کے نوجوانوں نے اس کی بُری گت بنائی جس پر وہ نہایت دردناک الفاظ میں چلا اٹھا اس کا مقدمہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کے حضور میں پیش ہوا۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے باقی زندگی امن و امان سے بسر کی۔

لطیفہ خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضؓ کے دور خلافت میں عیینہ مدینہ پہنچا۔ اور سیدنا ذوالنورین رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عرب کی مہمان نوازی کے دستور کے مطابق مغرب کے بعد رات کے کھانے کیلئے اسے روک لیا۔ مگر اس نے کہا میں روزہ سے ہوں سیدنا ذوالنورین رضؓ نے بڑی حیرانی سے پوچھا یہ رات کو روزہ کیسا؟ اس نے جواب دیا مجھے دن کے روزے کی نسبت رات کے روزے کی آسانی رہتی ہے۔

غمرہ کی جنگ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نقرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ایک مغرور طبع عمرو بن العزیٰ المعروف ابو شجرہ نامی سردار کی قیادت میں بنو سلیم کے بعض کنبے جمع تھے۔ بنو سلیم کے کچھ لوگ آپؐ کی قیادت میں حنین اور طائف کے معرکوں میں حصہ لے چکے تھے مگر ارتداد کے بعد وہ کسی قسم رحم کے مستحق نہیں تھے۔ انہوں نے ڈٹ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ کی شمشیر خارا شگاف کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ابو شجرہ کو قیدی بنا کر مدینہ بھیج دیا۔

جہاں خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رض نے اسے معاف فرما دیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔

لطیفہ خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رض کے زمانہ خلافت میں ابو شجرہ کی مالی حالت پتلی ہو گئی وہ مدینہ پہنچا۔ سیدنا فاروق اعظم رض نے پہچان کر کہا او بدبخت تم وہی ابو شجرہ تو نہیں ہو جس نے مسلمانوں کے خلاف مرتد ہو کر جنگ لڑی تھی۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ رض نے اپنے ہنٹر سے اس کے سر پر وار کیا اس نے فریاد کرتے ہوئے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ آپ رض نے ایک اور ہنٹر جمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رض کے تیور دیکھ کر وہ بھاگ نکلا اور اونٹ پر سوار ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زندگی بھر مدینہ کا رخ نہ کیا۔

بزاخہ کی جنگ کے دوران بعض قبائل الگ رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ ان میں بنو سلیم، ہوازن اور بنو عامر کے بعض کنبے شامل تھے ان سب نے سیدنا خالد سیف اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کیا۔ تائب ہونے والوں میں بعض دوسرے قبائل کے لوگ بھی تھے۔ مگر خلیفۃ المومنین کا حکم تھا کہ جس کے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل ہوا ہے اسے معاف نہ کیا جائے۔ خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رض کو ان فتوحات کی خبر پہنچی تو آپ رض نے سیدنا خالد سیف اللہ رض کو مبارکباد کا خط بھیجا اور آئندہ کامیابی کے لئے دعا کی۔

ظفر کا معرکہ ام زمل سے جنگ

اس شاندار کامیابی کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رض ظفر کی طرف بڑھے۔ جہاں سلمٰی عرف ام زمل، عیینہ کی چچیری بہن نے اپنے گرد مرتدین اور مشرکین کا بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا ام زمل کا باپ مالک قبیلہ غطفان کا سردار تھا۔ ام زمل کی ماں ام قرفہ بھی ایک جانباز قسم کی بلند مرتبہ عورت تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ام قرفہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی اور قتل ہو گئی اور اس کی بیٹی سلمٰی عرف ام زمل گرفتار کر کے مسلمانوں نے

مدینہ بھیج دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک خادمہ کے طور پر ام المومنین سیدہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صلوٰت اللہ علیہا کے حوالے کر دیا۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صدیقہ کائنات رضؓ کے حجرہ مبارک میں تشریف لاتے تو ام زمل کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا تم میں سے کون حوأب کے کتے بھونکوائیں گی۔

کچھ عرصہ بعد سیدہ صدیقہ رضؓ نے اپنی سخاوت کے وہبی ملکہ کے تحت ام زمل کو آزاد فرما دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس چلی گئی۔ ام زمل کو اپنے قبیلہ کے لوگوں نے دیکھا تو انہیں ام قرفہ یاد آگئی۔ اور انہوں نے ام زمل کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ ام زمل سلمٰے نے اپنی قوم کو بغاوت پر اکسایا اور تھوڑے عرصے میں اس کے گرد متعدد قبائل کے شکست خوردہ لوگوں کا ایک عظیم گروہ اکٹھا ہو گیا ترجمہ طبری حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ ۸۶، تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل رسول م اور خلفائے رسول م صفحہ ۲۴۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ اوّل صفحہ ۲۹۲ میں ام زمل کی بغاوت کی تفاصیل موجود ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ ام زمل کی سرکوبی کے لئے ظفر کے مقام کی طرف بڑھے۔ ام زمل اس مقام پر بہت بڑا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کے لئے تیار تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے آگے بڑھ کر ام زمل کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ معرکہ بڑا سخت ثابت ہوا۔ ام زمل قلب لشکر میں ایک اونٹ پر سوار بڑی ثابت قدمی سے اپنی فوج کی قیادت کر رہی تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی جہاں بین نظروں نے دیکھ لیا کہ جب تک ام زمل قلب لشکر میں موجود ہے۔ کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ آپؓ نے پختہ عزم کے ساتھ قلب لشکر میں پہنچ کر ام زمل کے اونٹ کو گرا لیا۔ ام زمل قتل کر دی گئی۔ اس کے اونٹ کے گرد سو لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱۱ھ میں لڑی گئی تھی ام زمل جب اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر ظفر کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس کا گذر حواب کے چشمے کے راستے ہوا تھا۔

مگر سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے قاتل اور قاتلین ذوالنورینؓ کی روحانی ذریت نے حوأب کا واقعہ سیدہ صدیقہ رضؓ کائنات کے سفر بصرہ پر چسپاں کر کے اپنے دل کا غبار نکالا۔ مکہ سے بصرہ کے درمیان اکیس منزلیں پڑتی ہیں۔ قدیم مولف ابوالفرج قدامہ بن جعفر متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تالیف۔ الخراج وصنعۃ الکتابہ میں ان تمام منازل کے نام لکھے ہیں ان میں حوأب نام کی کوئی منزل تو درکنار معمولی بستی بھی نہیں۔ بلکہ حوأب کا چشمہ ظفر کے قریب جہاں ام زمل قتل ہوئی تھی آج بھی موجود ہے، شاطر، عیار، مکار اور ہشیار وپرکار متعصب مورخین نے اس روایت میں صدیقہ کائنات رضؓ کی ذات اقدس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حمیرا کا لفظ بھی کہلوایا ہے۔ حالانکہ موضوعات کبیر حرف یا صفحہ ۴۲ پر یہ کلمات موجود ہیں ہر وہ روایت جس میں لفظ یا حمیرا ہے موضوع ہے۔ اسی موضوعات کبیر کے صفحہ ۱۵۷ پر یہ کلمات ہیں۔ وہ روایت جس میں حمیرا یا ذکر حمیرا ہے جھوٹی ہے۔ سبائیت نے ایک روایت تراشی اور اپنی خصوصی ٹکنیک سے اسے لے کر ہر بستی اور ہر قریہ میں پہنچ گئے۔ اور غیر محقق کے ہم خواندہ مورخین نے اس قسم کی واہی روایات کو اپنی تاریخوں میں درج کر کے ایک عالم کو گمراہ کرنے کا کام کیا۔

مالک بن نویرہ

مالک ایک عالی نسب سخی اور مہمان نواز سردار تھا۔ تمام رات اُس کے گھر کے باہر روشنی کا الاؤ روشن رہتا کہ وہاں سے گزرتے ہوئے مسافر اس کے ہاں قیام کر سکیں۔ نہایت وجیہہ اور خوبصورت، ہر قسم کے آلات جنگ کے استعمال کا ماہر اور باکمال شاعر تھا۔ فارس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے قبیلے بنو تمیم کے چند افراد نے زرتشتی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ المنہال نامی ایک سردار کی بیٹی لیلیٰ ایک قیامت خیز حسینہ تھی۔ مالک نے لیلیٰ سے شادی کر لی۔ سال وفود کے دوران جب بنو تمیم کا قبیلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تو مالک بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے

بنو حنظلہ کا عامل مقرر کر دیا۔

اس نے بڑی دیانتداری کے ساتھ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی تاکہ مدینہ بھیجے۔ مگر اسے اطلاع ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے تمام مال زکوٰۃ لوگوں کو واپس لوٹا دیا۔ اور ارتداد کے عام ریلے میں بہ گیا۔ الحارث کی بیٹی سجاح جو ایک قادر الکلام شاعرہ تھی مالک بن نویرہ کی قریبی عزیزہ تھی۔ سجاح مذہبًا عیسائی تھی۔ ارتداد کی لہر کے دوران سجاح نے سنا کہ طلیحہ اور مسیلمہ نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ سجاح نے ان کی دیکھا دیکھی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کے ننھیالی رشتہ داروں نے اس کی نبوت کے سامنے سر جھکا دیا۔ جب اس کے پاس اس کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہو گئی تو اس نے الحزن کے مقام پر پہنچ کر مالک سے اپنے ایلچیوں کا تبادلہ کیا۔ گویا مالک بن نویرہ بھی بالواسطہ اس کی نبوت کا شریک کار بن گیا۔ مگر چند خطرات کے پیش نظر مالک نے سجاح کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز رکھا۔ یہ جون ۶۳۲ء کا واقعہ ہے۔ اب مالک اور سجاح نے مل کر بنو تمیم اور تغلب کے مخالف قبیلوں پر حملہ کر دیا اور جی بھر کر انہیں لوٹا اور قتل کیا۔ اب وہ نباج کی طرف بڑھی مگر اپنے منصوبوں میں ناکام رہی اور رُخ بدل کر یمامہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے پیروکاروں نے کہا کہ اہل یمامہ بہت طاقتور ہیں مگر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ بن حبیب قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد تھا۔ وفود کے سال وہ بھی بنو حنیفہ کے وفد کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ وفد کے ارکین نے اسے اپنے اونٹوں کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب دستور انہیں چند تحائف دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کیمپ میں رہ گیا ہے وہ بھی تم سے کم نہیں اسے بھی باقاعدہ تحائف میں سے حصہ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات

کلمات مقدس بعد میں اس نے اپنے اعلان نبوت کے وقت اپنے حق میں استعمال کئے۔ مسیلمہ ایک شعبدہ باز اور کمال کا بازیگر تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھی بھیجا کہ شہروں کے نبی آپ اور صحراؤں میں آباد لوگوں کا نبی میں ہوں۔ یمامہ مدینہ سے بہت دور تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رض کو اس کی سرکوبی پر مامور فرمانے کے بجائے اسی کے قبیلے کے ایک فرد نہاد الرجال کو اس کی طرف بھیجا۔ مگر نہاد الرجال بھی مرتد ہو کر اس سے مل گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کو بنو حنیفہ پر مکمل بالادستی حاصل ہو گئی۔ شکل و صورت میں مسیلمہ ایک کریہہ المنظر ہیبت ناک پستہ قد مگر انتہائی توانا شخص تھا۔ مسجع اور مقفٰے عبارتیں گھڑنے میں اسے خاص ملکہ حاصل تھا۔ تاریخ اور عربی ادب کی کتب میں اس کے بعض کلمات موجود ہیں۔

سجاح اور مسیلمہ

سجاح جب یمامہ کے قریب پہنچی تو مسیلمہ بڑا پریشان ہوا۔ داستان طویل ہے۔ مگر مختصر یہ کہ سجاح اس کے پھندے میں پھنس گئی اور اس سے نکاح کر لیا مہر میں صبح اور عشاء کی نمازیں معاف کر دی گئیں۔ سجاح تین دن کے بعد اپنے علاقہ کی طرف واپس لوٹ گئی۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا اور امیر المومنین امیر معاویہ رض کے دور خلافت میں طویل عمر پا کر کوفہ میں فوت ہو گئی۔

مالک بن نویرہ کا ارتداد اور اس کا سجاح سے اتحاد اور قتل و غارت نا قابل معافی جرم تھے سیدنا خالد سیف اللہ رض نے جب اپنے لشکر کو نطاح کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تو چند ایک انصار نے کہا کہ ہمیں دربار خلافت سے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ آپ رض نے فرمایا کہ آپ میں سے جو اصحاب میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے میں انہیں مجبور نہیں کرتا۔ اور باقی فوج کو لے کر روانہ ہو گئے مگر تھوڑے وقت کے بعد پیچھے رہ جانے والے بھی آکر لشکر میں شامل ہو گئے۔ وسط شعبان ۱۱ھ

آپؓ بطاح پہنچے مگر وہاں کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ ہوا یوں کہ سجاح، مالک کو چھوڑ کر پہلے مسیلمہ کے پاس پہنچی اور اس کے بعد عراق چلی گئی۔ مالک کو اپنی حالت پتلی نظر آنے لگی اسے احساس ہونے لگا کہ اس جھوٹی نبیہ کا ساتھ دے کر مجھ سے سخت غلطی سرزد ہوتی ہے۔ مالک کو اب ہر طرف اپنی تباہی نظر آرہی تھی۔ مانعین زکوٰۃ اور ارتداد میں وہ پیش پیش تھا۔ سجاح کی اس نے بھرپور حمائت کی اور اس کے ساتھ مل کر بے حساب لوگوں کا خون بہایا۔ غارتگری کی اور ان کا مال لوٹا۔ اب تباہی سے بچنے کی اسے ایک صورت نظر آئی کہ اپنے جرائم کے کفارہ کے طور پر از سر نو مال زکوٰۃ اور محصول جمع کیا تا کہ مدینہ بھیجے۔ اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ مال زکوٰۃ اپنے ایلچیوں کے ہاتھ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے مال وصول کر لیا مگر اسے بطور تاوان بہت کم سمجھا کیونکہ اس کے ذمہ زکوٰۃ اور محصول کی زیادہ رقم واجب الادا تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اس کے ایلچیوں سے پوچھا تمہیں سجاح کا ساتھ دینے پر کس بات نے آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم اپنے خاندانی دشمنوں سے قبائلی انتقام لینے کے خواہش مند تھے۔ ایلچیوں کا یہ جواب ناتسلی بخش تھا مگر آپ نے ان سے مزید گفتگو نہ کی۔ آپؓ نے بطاح پہنچ کر کچھ سوار دستوں کو تیزی سے دیہاتی علاقوں میں پھیل جانے کا اور بنو تمیم کے مرتد کنبوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ مگر ساتھ ہی خلیفہؓ اسلام کا یہ ارشاد بھی دہرایا کہ اگر کسی مقام سے اذان کی آواز سننے میں آئے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تمام مرتد خاندان مطیع ہو گئے۔ اگلے روز سیدنا ضرار ابن الازورؓ کی قیادت میں ایک رسالہ مالک کے گھر پہنچا۔ سیدنا ضرارؓ نے مالک، لیلیٰ اور بنو یربوع کے چند سپاہیوں کو گرفتار کر کے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے سامنے حاضر کیا۔ مالک کی پیشی ایک باغی اور مرتد سردار کی حیثیت سے ہو رہی تھی۔ جس کے خلاف جرائم کی طویل فہرست تھی۔ مگر اس کے باوجود مالک کا انداز بے باکانہ اور غیورانہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اس کے سامنے اس کے جرائم پیش کر کے اس سے جواب طلب کیا۔ مالک نے اپنے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارے آقا" نے یوں کہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو اس کے غیر تائب اور لا ابالیانہ رویہ سے سخت رنج پہنچا اور فرمایا کہ کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آقا نہیں سمجھتے۔ مگر مالک نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

آپ رضؓ نے اسی روز لیلیٰ سے اپنے نکاح کا اعلان کر دیا۔ سیدنا ابو قتادہ رضؓ اور ان کے چند ہم خیال اصحاب کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور انہوں نے سخت احتجاج کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے ان کے مقام صحابیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند نپے تلے لفظوں میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر سیدنا ابو قتادہ رضؓ اگلے روز اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ اور خلیفہ اسلام سیدنا صدیق اکبر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ خالد رضؓ نے محض اس کی خوبصورت عورت لیلیٰ سے شادی کرنے کیلئے اُسے قتل کیا ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضؓ وہی بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس سے پہلے فتح مکہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے خلاف شکایت کی تھی کہ بنو جذیمہ کو ہتھیار ڈال دینے کے باوجود خالد رضؓ نے قتل کیا ہے آپ کی یہ ناخوشی کوئی نئی بات نہ تھی۔

سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے سیدنا ابو قتادہ رضؓ کی شکایت نہایت ناگواری سے سنی خاص کر اس لئے کہ وہ اپنے سالار کی اجازت کے بغیر فوج کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اور انہیں حکم دیا کہ فوراً اپنے سالار کے پاس واپس پہنچو۔ سیدنا ابو قتادہ رضؓ اسی وقت بطاح کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس بات کا علم جب دیگر صحابہ کرام رضؓ کو ہوا اور خصوصاً جب فاروق اعظم رضؓ نے سنا تو وہ فوراً خلیفہ اسلام کی خدمت میں پہنچ کر شاکی ہوتے۔ مگر خلیفہ اسلام نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ مالک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر زکوٰۃ اور محصول لوگوں کو واپس کر دیا پھر اس نے سجاح کا ساتھ دیا اس کے بعد اس نے چند قبائل کا قتل عام کیا اور ان کا مال لوٹا اور جب وہ لشکر اسلام کے سالار کی خدمت میں بطور قیدی پہنچا تو اس نے اس وقت بھی اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔ اس کے ارتداد میں کوئی شک نہ تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہؓ کی دربار خلافت میں طلبی

مگر سیدنا فاروق اعظم مطمئن نہ ہوتے - اور آخر خلیفہ رسولﷺ سیدنا صدیق اکبرؓ اس معاملہ کی تحقیق پر رضامند ہو گئے - اور سیدنا خالد سیف اللہؓ کی طلبی کے احکام جاری ہو گئے آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے حالیہ افعال سے بدگمانی پیدا ہو چکی ہے - آپ مدینہ پہنچ کر سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے - اسلام کے اس ابتدائی دور میں مسجد صرف ایک عبادتگاہ ہی نہیں بلکہ وہ ایک مقام ملاقات ایک مجلس خانہ، ایک مدرسہ، بے گھر افراد کے لئے ایک آرام گاہ مجلس مشاورت کا مقام اور تمدنی سرگرمیوں کا مرکز بھی تھی - سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اپنے عمامہ میں امتیازی طور پر ایک، تیر سجا رکھا تھا - اس وقت سیدنا فاروق اعظمؓ بھی مسجد میں موجود تھے - انہوں نے اٹھ کر سیدنا خالد سیف اللہؓ کے عمامہ سے تیر کھینچ لیا - اور اس کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کو ہتھیا لیا - سیدنا خالد سیف اللہ جانتے تھے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کا مقام دربار خلافت میں بہت بلند ہے وہ خاموشی سے مسجد سے نکل گئے اس کے بعد انہوں نے خلیفہ رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام داستان بیان کی - خلیفہ رسولﷺ ان کے بیان سے مطمئن ہو گئے - انہیں دیگر ذرائع سے بھی حالات کا علم ہو چکا تھا مگر غلط فہمیوں کا احتمال ممکن تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ مالک کے ورثاء کو خون بہا ادا کر دیا جائے۔

مالک اور لیلیٰ کا معاملہ اسلامی تاریخ کا ایک متنازعہ باب ہے - جس پر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے - اور لکھا جا رہا ہے - مگر اصل حقائق وہی ہیں جن کے پیش نظر خلیفہ رسول نے آپ کو بری کر کے اپنے عہدے پر بحال رکھا تھا - خلیفہ رسولﷺ سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لوگوں کو یاد تھا ما اوحیٰ الیٰ شیئ الا حبیبۃ فی صدر ابی بکر (ترجمہ) جو بھی وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی ہے اس کو ابوبکر کے سینے میں چھوڑ دیا آپ بعثت نبویؐ کے روز اول سے وصال نبویﷺ کے روز آخر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوت و خلوت

(بقیہ صفحہ ۴۹)

کے ساتھی تھے۔ غزوات نبوی ؐ میں چیف آف دی سٹاف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات میں آپ سے ہی مشورہ فرماتے تھے۔ اور پھر جس انداز سے آپ نے فتنہ ارتداد کا سر کچلا اور خود ذوالقصہ اور ابرق میں مرتدین کے اجتماعوں کا قلع قمع کیا وہ تمام صحابہ کرام رضہ کے سامنے کے واقعات تھے۔ آپ ہی تھے جنہوں نے ہجرت کے وقت بوڑھے باپ اور جوان لڑکیوں کو محض اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑ کر تمام مال لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپؓ ہی وہ واحد شخصیت تھے۔ جنہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام اثاثہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

صدیق اکبر رضہ ہی تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی تھی۔ ان حالات میں آپؓ کے فیصلہ پر کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

جنگ یمامہ

سیدنا صدیق اکبر رضہ کی جنگی سٹریجی، حربی صلاحیتوں اور مردم شناسی کے جوہر دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے کہ آپ نے کس طرح عرب بھر سے امنڈتے ہوئے مخالفانہ طوفانوں کا کیسی فراست سے رُخ موڑ کر اسلام کو از سر نو تقویت بخشی ذہن کی رسائی ان امور کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ مدینہ میں بیٹھے ہوتے آپؓ نے نہ ہونے کے برابر ذرائع وسائل کے باوجود کس طرح مرتدین کی قوت کا اندازہ لگا کر ہر مقام کی طرف ایسے موزوں اور مناسب افراد کو اس قسم کی ہدایات دے کر بھیجا جو بالکل حالات کے حسب حال تھے۔

گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے بار خلافت اٹھاتے ہی ملک کے مختلف اطراف میں گیارہ جیوش بھیجنے کے احکام جاری فرماتے تھے۔ اور دو مقامات کی طرف بنفس نفیس کوچ فرما کر اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرمایا تھا۔

ان گیارہ جیوش میں سے سیدنا عکرمہ رضؓ کو یمامہ کی طرف بھیجا تھا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ مسیلمہ سے الجھیں نہیں بلکہ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ اس سے آپؓ کا مقصد یہ تھا کہ جب سیف اللہ خالد رضؓ اپنی مہم سے فارغ ہو جائیں گے۔ تو انہیں سیدنا عکرمہؓ کی مدد کیلئے بھیجا جائے گا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ مدینہ منورہ سے واپس بطاح پہنچے۔ ان ایام میں سیدنا عکرمہ رضؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ ام زمل طلیحہ اور مالک وغیرہ سے نپٹ چکے ہیں۔ پھر انہیں یہ خبر بھی ملی کہ سیدنا شرجبیل ان کی کمک کے طور پر قریب پہنچ چکے ہیں۔ سیدنا عکرمہ رضؓ ایک جانباز جوشیلے مجاہد تھے انہوں نے یہ سوچ کر کہ میں بھی کچھ کر گذروں اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱۱ھ مسیلمہ پر حملہ کر دیا۔ مگر شکست کھا کر اپنے مستقر کی طرف لوٹ آئے۔ سیدنا شرجبیل رضؓ نے بھی سیدنا عکرمہ رضؓ کی طرح مسیلمہ کے لشکر سے ٹکر کھائی۔ مگر ناکام لوٹے۔ مدینہ سے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو مزید کمک پہنچ گئی اور اب انہوں نے یمامہ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ اس بات کو دوہرائے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا کہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے جس حربی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے سیدنا عکرمہ رضؓ اور سیدنا شرجبیل کو خصوصی ہدایات سے نوازا تھا کہ میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا کس قدر جنگی مصالح پر مبنی تھا۔ آپ کی روحانی صلاحیتیں نورِ نبوت سے لگاتار تیئس سال تک مستنیر ہو کر اس ارفع و اعلیٰ مقام تک پہنچ چکی تھیں جہاں سے آگے کسی نابغہ عصر کے پرواز تخیل کو بھی گذر نہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ سیدنا عکرمہ رضؓ اور سیدنا شرجبیل رضؓ کے واقعات سن کر منزلہ دو منزلہ کرتے ہوئے ہجر کے مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں آج کل ریاض واقع ہے۔ مسیلمہ نے سنا تو چالیس ہزار لشکر کے جلو میں جبیلہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ وہ عقرباء کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ اس کی فوج کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے چونکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے دو لشکروں کو یکے بعد دیگرے شکست دے چکے تھے۔ مسیلمہ کو یقین تھا کہ وہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بھی وہی حشر کرے گا۔ اچانک مسیلمہ کا ایک فوجی جرنیل مجاعہ اپنے چالیس سواروں کے ہمراہ سیدنا خالد سیف اللہ کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ وادی حنیفہ کا پہاڑی دامن محاذ جنگ کی حد فاصل تھا۔ جس

سے دو میل کے فاصلہ پر ریاض نام کا ایک وسیع باغ مضبوط چاردیواری کے اندر واقع تھا۔
مسیلمہ کے لشکر کا میمنہ محکم بن طفیل کی قیادت اور میسرہ سرکش رجال کی قیادت میں تھا
قلب میں مسیلمہ خود موجود تھا۔ مسیلمہ کے لڑکے نے جس کا نام شرحبیل تھا اپنے لشکر کو مخاطب کر
کے کہا اے بنو حنیفہ! آج تمہیں اپنی عزت وناموس کی خاطر جنگ لڑنا ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے شکست
کھائی تو دشمن تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اور تمہاری اولاد کو غلام بنالے گا۔

مسلمانوں نے رات عبادت میں گذاری۔ نماز فجر کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنے لشکر
کا جائزہ لیا تو اس کی تعداد کسی صورت میں تیرہ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ گویا ایک ماہر حسب کی قیادت میں
لڑنے والے چالیس ہزار لشکر کے مقابلہ میں جنہیں ہر قسم کی سہولیات بھی حاصل تھیں صرف تیرہ ہزار
مسلمان تھے۔ جو سابقہ لڑائیوں کے تھکے ہوئے اور طویل سفر کی وجہ سے نڈھال اور اپنے وطن سے بھی
دور تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ چاہتے تھے کہ جارحانہ حملہ کر کے دشمن کو ہراساں کر دیا جائے۔ مگر انہیں
یہ بھی معلوم تھا کہ غنیم کے لشکر کی تعداد ان کے لشکر سے تین گنا زیادہ ہے۔ اور اس کی قیادت ایک بہادر
اور چالاک سپہ سالار کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک چکر لگایا اور یہ دیکھ کر کچھ اطمینان محسوس
کیا کہ ان کے لشکر میں بڑے بڑے نامور شجاع اور سپہ گر موجود ہیں۔ اور کچھ ایسے بہادر بھی نظر آئے جو
آگے چل کر بڑے بڑے تاریخ ساز کارناموں کے مالک بنے۔

جاڑوں کی ایک صبح کو دسمبر ۶۳۲ء مطابق شوال ۱۱ھ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے ایک
عام حملے کا حکم دیا۔ خود آپ نے قلب لشکر کو سنبھالا۔ اور ابو حنیفہ اور زید نے میمنہ کی قیادت کی۔
مسلمان مجاہدوں نے اس روز شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔ مگر دشمن کی کثرت نے ڈٹ
کر مقابلہ کیا۔

کچھ دیر گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ مگر مسلمان مجاہد کفار کی اگلی صفوں میں کوئی رخنہ
پیدا نہ کر سکے۔ مسیلمہ نے پورے محاذ پر جوابی حملے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہم پیچھے دھکیلے

جا رہے ہیں۔ مرتدین کی تعداد کی فوقیت اپنا اثر دکھانے لگی۔ مسلمان غازیوں کی پسپائی کے آثار نظر آنے لگے۔ اور آخر انہوں نے میدان چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بنیادی کیمپ سے بھی پیچھے ہٹ آئے۔ مرتدین کو مسلمانوں کا کیمپ لوٹنے کا موقع مل گیا۔ اسوقت سیدنا خالد سیف اللہ کی نظروں میں جنگ احد کا واقعہ کوند گیا۔ ابھی وہ دوبارہ سنبھل کر حملہ کرنے کی سوچ رہے تھے کہ مرتدین کا ایک لشکر ان کے خیمے میں پہنچ گیا جہاں مجاعہ قید تھا۔ مرتدین نے لیلیٰ کو قتل کرنا چاہا مگر مجاعہ نے کہا رک جاؤ میں اس کا محافظ ہوں تم مردوں سے نپٹو۔ مرتدین کیمپ لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ کہ اچانک ان کے سروں پر مسلمانوں کی تلواریں کوندنے لگیں۔ دراصل مسلمان غازیوں کی پسپائی قبائلی گروہوں میں بٹ جانے کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔ اور وہ اپنا توازن کھو بیٹھے تھے اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ واپس لوٹے اور بجلی بن کر مرتدین پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جلد ہی اسباب کا علم ہو گیا۔ اور انہوں نے ان کی اسلامی حمیت کے جذبات کو ابھار کر دوبارہ حملے کے لئے ابھارا۔ آپ نے چند سپاہ چن کر ایک ذاتی دستہ مرتب کیا۔ اور وہ سب بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑے۔

اب کے پھر میدان کارزار گرم ہو گیا۔ فریقین کے لشکریوں کے لاشوں پر لاشے گر رہے تھے۔ مگر کوئی فریق پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ سب سے زیادہ لڑائی جس تنگ گھاٹی میں ہوئی وہ آج تک شعیب الدم یعنی خون کی گھاٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رض اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی اندھی عقیدت کے بل پر لڑ رہے ہیں جس طرح ام زمل کا لشکر اس وقت تک پسپا نہیں ہوا تھا جس وقت تک ام زمل قتل نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح اب ہر قیمت پر مسیلمہ کا قتل ہی کفار کا حوصلہ توڑ سکتا ہے۔ مسیلمہ قلب لشکر میں کھڑا فوج کو لڑا رہا تھا اسے قلب لشکر سے کھینچ لانا کارے دارد تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض کی مبارز طلبی پر کئی پہلوان سامنے آئے اور لقمہ اجل بنے۔ آپ رض قدم بقدم اسی طرح مسیلمہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے اب ان کے اور مسیلمہ کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ انہوں نے گفت وشنید کی پیشکش

کی۔ مسیلمہ گفتگو کیلئے راضی ہوگیا مگر کسی شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل سیدنا خالد رضؓ اس مذاکرہ کی آڑ میں اس کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ اچانک وہ مسیلمہ پر جھپٹ پڑے مگر وہ ان سے بھی تیز نکلا اور بھاگ کر اپنے محافظ دستہ میں پہنچ گیا۔ مسیلمہ کے یوں بھاگ نکلنے پر اس کے لشکر کے مورال پر بہت برا اثر پڑا۔ اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ نے بلند آواز سے پکار کر اپنے لشکریوں کو کہا اسلام کے غازیو! اب میدان مار لیا ہے۔ آگے بڑھو اور دشمن کا سر کچل دو۔ از سر نو مسلمانوں کے اس حملے نے کفار کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

یہاں تک کہ ان کا محاذ ٹوٹ گیا۔ مسیلمہ کا چوٹی کا سالار رجال مارا گیا اب مرتدین کے لشکر کے سالار محکم نے کہا یا بنو حنیفہ! باغ میں پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارا عقب سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔ مرتدین کے لشکر کا تین چوتھائی حصہ یا تو قتل ہو گیا یا بھاگ نکلا۔ صرف چوتھائی حصہ محکم کی سرکردگی میں رہ گیا۔ محکم سیدنا عبدالرحمٰن رضؓ بن سیدنا صدیق اکبر رضؓ کے ہاتھوں واصل بجہنم ہوا۔ باغ میں چالیس ہزار میں سے بصد مشکل سات ہزار مرتدین مسیلمہ کے ہمراہ پہنچ سکے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ شعب الام کی طرح یہ باغ بھی ان کے لئے حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغ بننے والا ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے باغ کی فصیل کے چاروں طرف ایک چکر لگایا کہ کہیں سے اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ مگر باغ کی فصیل کو ہر جگہ سے ناقابل تسخیر پایا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقتدر جان بازی صحابی فصیل کے دروازے کے سامنے کھڑے دستے میں شامل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے فصیل کے اوپر سے باغ کے اندر پھینک دو۔ اللہ اللہ جرأت و بہادری ایمان و عمل اور شہامت و شجاعت کی بے مثل تصویر۔ ساتھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر ان کا اصرار جاری رہا۔ آخر چند ساتھیوں نے ان کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور وہ ہاتھ بلند کر کے دیوار تک پہنچ گئے۔ اچھل کر دیوار پر چڑھ کر باغ میں کود گئے۔ ہزاروں دشمنوں کے بحر ذخار میں تن تنہا یوں کود جانا ان کی قوت ایمانی اور جذبہ جہاد

کی بے مثل نظیر ہے۔ اس بطل جلیل نے دروازے کے پاس کھڑے چند مرتدین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور مسلمان سرفروش ایک سیلاب کی صورت میں باغ میں داخل ہو گئے جنگ یمامہ کا آخری خونی دور شروع ہو گیا۔ جدھر تیغ تھی مرتدین قتل ہوتے رہے اور مسلمان بھی خلعت سے سرفراز ہوتے رہے۔ مسیلمہ ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر جب اس نے حالات بدلتے دیکھے تو خود بھی شمشیر بکف میدان میں کود پڑا۔ مسیلمہ صرف شاطر، عیار اور مکار ہی نہیں تھا بلکہ ایک مدبر سپہ سالار چالاک اور ماہر جنگجو بھی تھا۔ وہ غصے سے اس وقت ایک ہیبت ناک بھوت نظر آ رہا تھا۔ مرتدین کی تعداد لمحہ بلمحہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک سید الشہداء حضرت حمزہ رضؓ کے قاتل وحشی کی نظر اس پر پڑی۔ وحشی اپنے مخصوص حربے سے اس سے پہلے کئی لوگوں کی موت کا سبب بن چکا تھا۔ مسیلمہ کے گرد جان ہتھیلی پر رکھے جنگجوؤں کا ایک جتھا موجود تھا اس تک پہنچنا آسان کام نہ تھا۔ اچانک وحشی کی نظر سیدہ ام عمارہ رضؓ پر پڑی۔ یہ وہ جلیل القدر بہادر صحابیہ تھیں جنہوں نے غزوہ احد کے موقع پر کفار کی طرف سے آنے والے تیروں کو ڈھال کی طرح اپنے جسم مقدس پر روکا تھا۔ ایک کافر کے ساتھ جنگ آزما ہیں اور مسیلمہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وحشی کو دوسری طرف سیدنا ابودجانہ رضؓ وحشی کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ وہ جلیل القدر صحابی تھے جو سیدہ ام عمارہ رضؓ کے ساتھ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجسم ڈھال بنے ہوئے تھے۔ بڑے زبردست شمشیر زن تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں ایک تلوار عنایت فرمائی تھی۔ اچانک مسیلمہ وحشی رضؓ کی زد میں آ گیا اور اس نے اپنا حربہ مسیلمہ کی طرف پھینکا کذاب نبی ڈکراتے ہوئے گر پڑا۔ سیدنا ابودجانہ رضؓ اس کا سر کاٹ کر سیدھے ہو رہے تھے کہ ایک کافر کی تلوار سے شہید ہو گئے اُولئِکَ علیہم صلوٰت من ربہم ورحمۃ ایک مرتد نے ہانک لگائی کہ ایک سیاہ غلام کے ہاتھوں مسیلمہ قتل ہو گیا[1]۔ اس کی آواز کی یہ گونج تمام باغ میں پھیل گئی۔ مرتد تقریباً تقریباً تمام قتل ہو گئے مسلمان

---

[1] وحشی جبیر ابن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر نے اسے کہا تھا کہ اگر تو حمزہ رضؓ کو قتل کرے گا تو تجھے آزاد

اس خونریز جنگ سے تھک چکے تھے۔ جسے جہاں جگہ ملی وہیں پڑ کر آغوش نیند میں چلا گیا۔

اگلی صبح سیدنا خالد سیف اللہ رضہ نے میدان جنگ کا چکر لگایا۔ تمام میدان جنگ لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ ارتداد کے تمام اہم رہنما واصل بجہنم ہو چکے تھے۔ صرف مجاعہ بحیثیت قیدی زندہ تھا مسلمان غازیوں کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ نڈھال، تھکے ماندے پڑے تھے۔ البتہ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ تازہ دم نظر آتے تھے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا انہوں نے ایک عظیم معرکہ سر کیا تھا۔ مگر مجاعہ نے انہیں یہ کہہ کر دل شکستہ کر دیا کہ آپ نے ابھی بنو حنیفہ کے چھوٹے سے حصے کے خلاف جنگ لڑی ہے یمامہ کے تمام قبائل اس وقت یمامہ کے قلعہ کے اندر جوابی کارروائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا آخر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا آپ مجھے آزاد کرا دیں۔ میں اپنے قلعہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو صلح پر آمادہ کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ جانتے تھے کہ اب مسلمان مجاہدین کسی بڑی جنگی کارروائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ صلح کر لی جائے۔ مجاعہ سے چند شرائط پر صلح کر کے آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ مگر اس نے دوسرے روز واپس آکر کہا وہ لوگ صلح پر آمادہ نہیں بلکہ میرے بھی مخالف ہو گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا جائے گا۔ مگر تیسری صدی ہجری کے وسط میں یہ داستان تراشی گئی کہ اُسنے سیدنا ابوسفیان کی زوجہ ہند کے کہنے سے سیدنا حمزہ رضہ کو شہید کیا تھا۔ سیدہ ہندہ نے اگرچہ قبل از اسلام سردار مکہ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی بھرپور مخالفت کی تھی مگر وحشی کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ نہ تھا۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ ان کا پہلا نکاح فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوا فاکہ نے ان پر بدچلنی کا الزام لگایا۔ ان کا باپ انہیں ساتھ لے کر ایک کاہن کے پاس پہنچا اس نے کہا ہند بے گناہ ہے اور اس کے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا۔ باہر نکلے تو فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑا مگر انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا اگر میرے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہو گا۔ اس کے بعد ان کا نکاح سیدنا ابوسفیان رضہ سے ہوا اور امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضہ پیدا ہوئے۔

اس سے دوسرے روز بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ مجاعہ کو ہمراہ لے کر یمامہ کے قلعہ کا معائنہ کرنے کیلئے گئے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ قلعہ کی تمام دیواروں پہ ہزاروں مسلح فوجی کھڑے ہیں۔ آپ یہ دیکھ کر ششدر کھڑے تھے کہ مجاعہ نے کہا اگر آپ ان سب کو آزادی کا پروانہ لکھ دیں تو شاید یہ لوگ اپنا تمام سونا چاندی ہتھیار گھوڑے آپ کے حوالے کر دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ کی ہدایت کے مطابق مجاعہ دوبارہ قلعہ میں گیا۔ اور واپس آکر کہا وہ اس شرط پر راضی ہیں حسب شرائط عہدنامہ پر سیدنا خالد سیف اللہ اور مجاعہ بن مرارہ کے دستخط ہوئے۔ عہدنامہ مرتب ہونے کے بعد جب قلعہ کے دروازے کھولے گئے تو وہاں کسی فوجی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے حیران ہو کر مجاعہ سے پوچھا قلعہ کی وہ فوج کہاں گئی۔ مجاعہ نے نہایت عاجزانہ طور پر عرض کی۔ یہ میرے کنبے کے لوگ ہیں کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ میرے کنبے کی عورتوں کو لونڈی غلام بنایا جاتا میں نے خود اپنے قبیلے کی عورتوں کو اسلحہ بند کر کے قلعہ کی دیواروں پر کھڑا کیا تھا۔ عہدنامہ ہو چکا تھا۔ اور اب آپؓ اس کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح مجاعہ کی دوراندیشی نے اپنے قبیلہ کی حرمت کو بچا لیا۔ البتہ عہدنامہ کا اطلاق صرف ان لوگوں تک محدود تھا جو قلعہ کے اندر موجود تھے۔ جو لوگ مضافات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں فوج کی تعداد کسی صورت میں بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ البتہ وہ منتشر تھے اور بغیر کسی سردار کے تھے۔ مگر اسبات کا خدشہ بدستور موجود تھا کہ وہ کسی وقت بھی مجتمع ہو کر کسی مصیبت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اس خدشہ کے پیش نظر سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنی فوج کو دو دن کے آرام کے بعد متعدد دستوں میں بانٹ کر یمامہ کے نواحی علاقوں میں مرتدین کو قتل یا گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ مفروروں کو ان کی کمین گاہوں سے ڈھونڈ نکالا گیا۔ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے بعض نے اسلام قبول کیا۔ اور انہیں آزاد کر دیا۔ مقتولین اور قیدیوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ یمامہ کے قریب آپؓ نے فوجی صدر مقام بنا کر نئی ہدایات کیلئے خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں

اپنے قاصد روانہ کئے۔

جنگ یمامہ میں اکیس ہزار مرتدین قتل ہوئے۔ اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سے نصف مہاجر اور انصار تھے۔ ان میں سے تین سو قرآن کے حافظ تھے۔ جلیل القدر صحابہ رضؓ میں سے سیدنا ابو دجانہ رضؓ، سیدنا ابو حذیفہ رضؓ، میسرہ کے سالار سیدنا ابو حذیفہ رضؓ، میمنہ کے سالار سیدنا زید رضؓ جو فاروق اعظم کے بھائی تھے۔ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ رضؓ بچ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے جنگ یمامہ کے بعد مجاعہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کو جب مجاعہ کی بیٹی سے شادی کا علم ہوا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے خیال کیا کہ خلیفۂ رسول کی اس ناراضگی کے پیچھے فاروق اعظم رضؓ کا ہاتھ ہے۔

خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حربی صلاحیتوں کے دیگر کارنامے

خاتمہ ارتداد

سیدنا صدیق اکبر رضؓ کے مقرر کردہ گیارہ جیوش میں سے جس کی قیادت سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کے سپرد کر کے شام سرحد کی طرف مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجی تھی۔ وہاں انہیں کماحقہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جنگ یمامہ ختم ہونے پر خلیفہ اسلام کے حکم کے مطابق سیدنا شرجبیل بن حسنہ رضؓ، سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔

اکثر مرتدین تبوک اور دومۃ الجندل کے علاقوں میں جمع تھے۔ دونوں سالاروں نے مل کر ان کا قلع قمع کر دیا۔ عمان کے علاقہ میں لقیط بن مالک قبیلہ ازد کا سردار تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لا چکا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر عمان کی بادشاہی اور اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ صدیق اکبر رضؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حذیفہ بن حصن رضؓ کو مامور فرمایا تھا۔ انہوں نے حالات کا مطالعہ کر کے دربار خلافت سے

کمک طلب کی اور سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے سیدنا عکرمہ رضؓ کو لکھا کہ حذیفہ رضؓ کی مدد کو پہنچو۔ دونوں سالاروں نے مل کر دبا کے مقام پر نومبر ۶۳۲ء آخر رمضان ۱۱ھ لقیط المعروف ذوالتاج کے لشکر کو شکست دی اور وہ میدان جنگ میں قتل ہوگیا۔

مہرہ کی طرف سیدنا عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیجا گیا تھا۔ سیدنا عرفجہ کے پہنچنے سے پہلے ہی سیدنا عکرمہ نے مہرہ کے مرتدین کا خاتمہ کر دیا۔ اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بحرین میں سیدنا علاء بن الحضرمیؓ کو ہجر کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اپنے چاروں طرف خندق کھود کر محفوظ ہو چکے ہیں۔ ایک روز رات کے وقت وہ لوگ بے تحاشا رنگ رلیوں میں مشغول تھے کہ سیدنا علاء آفت ناگہانی بن کر ان پر ٹوٹ پڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ کچھ مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے۔ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا گیا۔ ان لوگوں نے موت سر پر دیکھی تو دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ جنوری ۶۳۳ء کا ہے۔

یمن میں پہلی بغاوت اسود عنسی کے زمانہ میں ہوئی۔ وہاں اب فیروز نامی ایک مسلمان عامل تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اہل یمن پھر بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ اور قیس کی سرکردگی میں انہوں نے ایک بڑا عجیب منصوبہ بنایا۔ دعوت کے بہانے تمام مسلمان سرداروں کو جمع کر کے شہید کر دیا مگر فیروز بچ نکلا فیروز نے ایک پہاڑی علاقہ میں فروکش ہو کر جمعیت فراہم کی اور قیس پر حملہ کر دیا۔ مسلمان فتح یاب ہوئے اور قیس بھاگ کر ابین پہنچ گیا۔ جہاں سیدنا عکرمہ رضؓ تسخیر مہرہ کے بعد پہنچنے والے تھے۔ قیس کے اردگرد مرتدین کا اجتماع ہوگیا۔ مگر وہ لوگ حالات کا رخ بدلتے دیکھ کر دوبارہ مسلمان ہوگئے۔ اور آگے چل کر شام کی فتوحات میں انہوں نے بڑی جانبازی سے حصہ لیا۔

ارتداد کی بغاوتوں کی آخری کڑی نجران، حضرموت اور مشرقی یمن میں آباد قبیلہ کندہ تھا۔ حضرموت کے حاکم زیاد بن لبید رضؓ تھے۔ ان لوگوں نے زیاد کے خلاف ایک محاذ بنا لیا۔ باغیوں کا ایک محاذ ریاض تھا۔ وہاں زیاد نے شبخون مار کر ان کا بھرکس نکال دیا وہ لوگ قیدیوں کی حیثیت میں

ظفر لائے جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں اشعث بن قیس قبیلہ کندہ کا سردار نظر آیا قیدیوں نے اسے پکارا اور اس نے نسلی عصبیت کی بناء پر قیدیوں کو رہا کرا دیا۔ یہ واقعہ اشعث کی بغاوت کا حرف اوّل تھا۔ قبیلہ کندہ کے لوگ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ سیدنا زیاد رضؓ نے اشعث پر حملہ کرنے کے لئے کمک کا انتظار کیا۔

مہاجر بن ابی امیہ رضؓ نے نجران کے باغیوں کو مطیع کرنے کے بعد یمن کا ارادہ کیا مگر خلیفہ رسول ؐ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ یمن جانے کے بجائے زیاد کی مدد کریں۔ سیدنا عکرمہ کو بھی یہی ہدایت ملی۔ اشعث بن قیس اپنے زمانے کا ایک عجیب و غریب آدمی تھا۔ وہ ایک قابل سالار، جنگجو سردار اور باکمال شاعر اور انتہائی چرب زبان پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ مگر دغاباز اور عہد شکن تھا۔

اسلامی جیش سے بڑی ہمت اور جرأت سے ٹکرایا مگر بھاگ کر بعجلت قلعہ نجیر میں قلعہ بند ہو گیا اب سیدنا عکرمہ رضؓ بھی پہنچ چکے تھے۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرین نے باہر نکل کر کئی شب خون مارے مگر ناکام رہے۔ اشعث نے گھبرا کر اپنی قوم سے غداری کا ایک منصوبہ بنا کر سیدنا عکرمہ اور سیدنا مہاجر کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جواب اثبات میں ملا تو وہ قلعہ سے نکل کر ان کے پاس پہنچا اور دس آدمیوں کی جان بخشی کی درخواست کے ساتھ قلعہ حوالے کرنے کا اظہار کیا دس آدمیوں کی فہرست میں وہ اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کیا تو لوگوں کو اس کی غداری کا علم ہوا۔ سیدنا مہاجر رضؓ نے فہرست ملاحظہ کی تو اس میں اشعث کا نام نہ پا کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سیدنا عکرمہ رضؓ نے کہا کہ اسے پابند سلاسل کر کے خلیفہ رسول ؐ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ وہ خود جو فیصلہ مناسب سمجھیں گے کریں گے وہ باقی قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت سے مدینہ روانہ کر دیا گیا اشعث نے سال وفود میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اور سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے اپنی بہن ام فروہ کا اس سے نکاح کر دیا تھا۔ مگر وہ ام فروہ کو مدینہ ہی چھوڑ گیا تھا۔ کہ دوسری بار ساتھ لے جائے گا۔ مگر اس کا دوسری بار کا سفر نہایت ناموافق صورت میں وقوع پذیر ہوا۔

خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضہ کی نظر جونہی اشعث پر پڑی آپ ؓ نے نہایت برہمی کا اظہار فرمایا اور اس کے تمام جرائم ایک ایک کر کے گنوائے۔ اشعث گردن ڈالے سنتا رہا۔ جب صدیق اکبر رضہ کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو اس نے اپنی چرب زبانی سے نہایت رقت انگیز الفاظ میں معافی کی عرض کی اس نے اپنے قبیلہ کی سرداری ترک کر کے مدینہ میں ہی رہائش اختیار کر لی صدیق اکبر ؓ نے اس کی توبہ سے متاثر ہو کر اس کی بیوی بھی اسے لوٹا دی۔ آگے چل کر اس نے شام، فارس اور عراق کی جنگوں میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا۔ اور آخر خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورین رضہ کے دورِ خلافت میں آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ سیدنا اشعث ؓ نے اپنی باقی زندگی نہایت مجاہدانہ انداز میں گذاری وہ ایک وہبی قائد تھے۔ سیدہ ام فروہ کے بطن سے پیدا ہونے والی ایک بیٹی سیدنا حسن رضہ کے نکاح میں تھی سیدنا حسن رضہ کے نکاح میں سیدنا ذوالنورین کی بیٹی بھی تھی۔ سیدنا حسن غزوہ خیبر ۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی دایہ ام عمیس زوجہ سیدنا جعفر بن ابی طالب تھیں سیدنا جعفر ہجرت حبشہ سے عین فتح خیبر کے موقع پر پہنچے۔ اور آپ کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج فتح خیبر پر زیادہ خوشی مناؤں یا جعفر کی واپسی پر۔ عجمی مورخوں نے جنہیں اسلام قبول کرنے کے باوجود سقوط ایران کا سخت صدمہ تھا۔ اور انہیں خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضہ سے سخت باطنی بغض تھا انہوں نے یہ داستان تراشی کہ سیدنا حسن کو ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے جو سیدنا صدیق اکبر رضہ کی بھانجی تھیں۔ امیرالمومنین سیدنا امیر معاویہ کے ایما سے زہر دیا تھا۔ حالانکہ سیدنا اشعث جنگ صفین میں سیدنا علی کے کیمپ میں امیرالمومنین امیر معاویہ رضہ کے خلاف لڑے تھے۔ سیدنا اشعث کے بیٹے سیدنا عبدالرحمٰن اپنے دور کے مشہور فوجی جرنیل تھے۔ سیدنا حسن کا وجود امیر معاویہ رضہ کے لئے عجمی سازشوں کے سامنے ایک ڈھال تھا۔ آپ ہر سال امیر معاویہ رضہ کے پاس جاتے اور لاکھوں کے حساب سے مال لے کر واپس لوٹتے۔ سیدنا حسن رضہ کی وفات کے متعلق دائرہ المعارف اسلامیہ جلد ۸ پنجاب یونیورسٹی کے صفحہ ۲۰۰ پر الاصابہ اور اخبار الطوال کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ آپ کی وفات زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ دائرہ المعارف اسلامیہ انتشارات جہاں تہران کے صفحہ

صفحہ ۴۰۲ زیر عنوان الحسن بن علی مرقوم ہے۔ وتوفی الحسن بالمدینۃ بذات الریہ وصل افراطہ فی الملذات۔ یعنی آپ کی وفات سل یا کثرت جماع کی وجہ سے ہوئی

SHI-ITS-RELIGION OF ISALAM کے چیپٹر ۴ صفحہ ۴۷ کی سطر ۲۵ تا ۲۸ میں مرقوم ہے کہ آپ کی وفات کی وجہ DISSIPATION کی وجہ سے تپدق سے ہوئی۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ چالیس روز بیمار رہ کر فوت ہوتے۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع تک کے مولفین اور مورخین میں سے کسی نے زہر خورانی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سب سے پہلے زہر خورانی کا الہام مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا۔ اور اس کے بعد اس کی اس ذہنی تخلیق میں بال و پر پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اصل میں مسعودی نے اپنے بغض باطن کے ایک تیر سے سیدنا اشعث رضہ امیر معاویہ رضہ، سیدنا صدیق اکبر رضہ غرضیکہ اسلام کے تمام جلیل القدر صحابہ رضہ کے اسلام و ایمان کے مجروح کرنے کا کام کیا لعنت اللہ علی الکاذبین۔

ارتداد کی ان مہمات کی سرکوبی کا مرکزی کردار سیدنا سیف اللہ رضہ کی ذات تھی۔ مارچ ۶۳۳ء مطابق ۱۲ ہجری سیدنا صدیق اکبر رضہ کے دور خلافت میں مرتدین کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ مرتدین کے دو مرکزی مقامات ذوالقصہ او رابرق پر خلیفہ رسول ص نے خود حملہ کر کے ان کو شکست فاش دی مگر دوسرے تمام مقامات کیلئے آپ رضہ کی حربی بصیرت، مردم شناسی نے فوجی قیادت کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کو مامور فرمایا۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے کہ ارتداد کا خاتمہ سیدنا صدیق اکبر رضہ کی قوت ایمانی اور حربی بصیرت اور خالد سیف اللہ رضہ کے مجاہدانہ کارناموں کا مرہون منت ہے۔ عالم اسلام تا قیام قیامت ان کے ان کارناموں کا شرمندہ احسان رہے گا۔ وسط فروری ۶۳۳ء میں مرتدین کی آخری پناہ گاہ قلعہ بخیر بھی غازیانِ اسلام کے قدموں تلے پامال ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کا ہیڈ کوارٹر ابھی یمامہ میں ہی تھا کہ

"بظاہر نحیف و نزار مگر باطن مینار آہن ہمت و جرأت کی چٹان، عزم و ارادہ کے پہاڑ، شجاعت و شہامت کے پیکر باسٹھ سالہ خلیفہ رسول ص سیدنا صدیق اکبر رضہ کیطرف سے حکم ملا کہ عراق کی طرف بڑھو"

آج اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ عراق کی طرف بڑھنے کا حکم کوئی معمولی سی بات نہ تھی۔ جرأت ایمانی کا یہ وہ مقام ہے جہاں عقل و فکر تصوراتی رسائی سے بھی عاجز ہے۔
ہزار ہا میل کے رقبے میں پھیلے ہوئے مرتدین کا بظاہر صرف قلع قمع ہوا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ان کے ننھا ننھا ئے دل میں اپنی تباہی و بربادی کے انتقام کے کس قدر شعلے اندر ہی اندر سلگ رہے ہوں گے۔ ابھی ان مفتوحہ علاقوں پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے ایک وقت درکار تھا۔ مگر خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے ان تمام خطرات کو نظر انداز کر کے فارس سے ٹکر لینے کا حکم دے کر اس بات پر مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آدمی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا وہ محض ایک خاک و خون کا پتلا نہیں بلکہ ایمان و ایقان کی ایک چٹان تھا۔ آج کی سہولت پسند دنیا اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتی اس وقت کی معلوم دنیا میں فارس کا کیا مقام تھا۔ یوں سمجھئے کہ فارس سے ٹکر لینے کا مطلب عرب کے ایک بادیہ نشین کو ایک سو جنگ آور پہلوانوں سے ٹکر لینے کا حکم تھا۔

فارس کی حکومت تاریخ عالم کی سب سے بڑی پہلی شہنشاہی تھی۔ جس کی سرحدیں کسی زمانہ میں شمالی یونان سے پنجاب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ طوالت کے لحاظ سے بھی تاریخ عالم کی یہ طویل ترین سلطنت تھی جس میں قبل مسیح چھٹی اور ساتویں صدی میں یونانی تسخیر کا معمولی سا وقفہ پڑا تھا۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ فارس کی یہ شہنشاہی اپنی ناقابل تسخیر فوجی قوت اور تہذیب و تمدن میں اپنے طویل ترین دور میں عظمت اور شان و شوکت میں اپنی مثال آپ تھی۔ چھٹی صدی عیسوی کے آخری دور میں نوشیروان نامی شہنشاہ نے نوشیروان عادل کے نام سے اسے چار چاند لگا دیئے۔ اس نے ۴۸ سال بڑے کروفر اور شان و شوکت سے حکومت کی۔ یہ عظیم المرتبت، مدبر اور عادل بادشاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے نویں سال فوت ہوا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کو صدیق اکبر رضؓ نے عراق پر حملے کا حکم نوشیرواں کی وفات کے چون پچپن سال بعد دیا اس پچپن سالہ دور میں سات حکمران گذر چکے تھے۔

جس وقت خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس وقت عراق کا شمال مشرقی حصہ فارس کی شہنشاہی کے ماتحت تھا اور جنوب مغربی حصہ میں عربوں کی بالادستی تھی۔ ان کا حکمران چند برس پہلے مالک بن فہم تھا۔ بعد میں قبیلہ لخم کے عمرو بن عدی نے لخمی خاندان کی بنیاد رکھی یہ لوگ فارس کے باجگزاروں کی حیثیت میں حکمران تھے۔ اس خاندان کو منذر بھی کہا جاتا تھا۔ منذر خاندان کے آخری بادشاہ نے فارس کے شہنشاہ خسرو پرویز کے خلاف بغاوت کر دی جس کی پاداش میں اسے ہاتھیوں کے پاؤں تلے روند کر مار ڈالا گیا۔ نتیجتہً عربوں نے بغاوت کر دی مگر اسے فوراً دبا دیا گیا اور خاندان منذر کی جگہ قبیلہ طے کے ایک فرد ایاس بن قبیصہ کو بادشاہ بنایا گیا

بابل کی تہذیب کی داستانیں آج بھی زبان زد خواص و عوام ہیں۔ عراق کی تہذیب فارس سے بھی پرانی تھی۔ وہ ایک خوش حال، دولت مند اور متمدن ملک تھا۔ اس ملک کو دجلہ و فرات نے سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا۔ طیسفون اور حیرا اس ملک کے مشہور شہر تھے۔ جو اب صفحہ ہستی پر موجود نہیں۔ طیسفون کو عرب مدائن کہتے تھے۔ تیسرا شہر ابلہ تھا۔ جو فارس کی مرکزی بندرگاہ تھی۔ جہاں ہندوستان، چین اور دوسرے ممالک کے تجارتی جہاز آکر لنگر انداز ہوتے تھے۔

خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو عراق کی طرف جب پیش قدمی کا حکم دیا اس وقت عراق پر فارسی اور عرب دونوں کا اقتدار تھا۔ عراق میں مقیم افواج اس وقت کی معلوم دنیا کی متمدن ترین افواج تھیں۔ جو اپنے آلات حرب، اپنی حربی صلاحیتوں میں ممتاز ترین مقام پر فائز تھیں۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضؓ

عراق کی طرف پیش قدمی کے حکم کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضؓ قبیلہ بنو بکر کے سردار تھے۔ جن کے اسلام لانے کے وقت کا یقین نہیں کیا جا سکتا غالباً سال وفود کے زمانہ میں

وہ اسلام لائے تھے۔ جنگ یمامہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد سیدنا مثنیٰ عراق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہوں نے گوریلا قسم کے حملوں سے فارسیوں کی جنگی طاقت کا اندازہ کرنے کے بعد خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری سمجھا۔ یہ فروری ۶۳۳ء مطابق ذی قعدہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ دربار خلافت میں عراق کی شادابی اور زرخیزی کے حالات بیان کرکے عرض کیا کہ مجھے اپنی قوم کی قیادت عنایت فرمائی جائے۔ دربار خلافت سے سندامارت لے کر وہ واپس لوٹے اور تبلیغ سے مزید قبائل میں اسلام پھیلایا اور دو ہزار کا لشکر جمع کرکے عراق پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت تک آپ رضؓ کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ عراق کے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملایا جائے۔ تاکہ فارس کی حکومت سے عرب قبائل آزاد ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو لکھا کہ جو فوجی اس مہم میں شامل ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوں انہیں واپس اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ سید خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنے لشکر کو جمع کرکے خلیفۂ رسول ؐ کا حکم سنایا۔ ان کے ساتھ تیرہ ہزار کا لشکر تھا۔ جس میں سے صرف دو ہزار ان کے ساتھ رہ گئے۔ اس تشویشناک صورتحال سے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے خلیفہ رسول ؐ کو مطلع کیا۔ مجمع عام میں خلیفہ رسول ؐ نے یہ خط پڑھ کر سنایا اور آخر انہوں نے ایک دلیر نوجوان قعقاع بن عمرو کو طلب کرکے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی کمک کے لئے روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ لوگ حیران تھے کہ ان مشکل حالات میں صرف ایک آدمی کی کمک کیا معنے رکھتی ہے۔ مگر خلیفۂ رسول ؐ کی حربی بصیرت اور جنگی فراست ان سب کے پرواز تخیل سے کہیں بلند تر تھی۔ چنانچہ آگے معلوم ہوا کہ سیدنا قعقاع ایک فرد واحد نہیں تھے بلکہ ایک پوری فوج تھے۔

اُدھر آپ رضؓ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور دوسری طرف سیدنا مثنیٰؓ اور سیدنا مذعور بن عدی نامی شمال مشرقی عراق کے ایک نامور سردار کو لکھا کہ وہ اپنی افواج کے ہمراہ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی فوج میں شامل ہو کر ان کے ماتحت کارروائی

کریں۔ آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو ان کے ہدف سے بھی آگاہ فرمایا۔ کہ سب سے پہلے ابلہ کے مقام سے اپنی کارروائی کا آغاز کریں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی عمر اس وقت اڑتالیس سال تھی۔ جب انہوں نے مرتدین کے قلع قمع کے بعد عراق کی فتح کی کارروائی شروع کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی ذات اب ایسی کشش کا مرجع بن گئی تھی کہ مختلف قبائل کے لوگ جوق در جوق آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے امڈ تے چلے آئے اور چند روز میں دس ہزار کا لشکر جمع ہوگیا۔

شمال مشرقی عرب میں چار اہم سردار تھے۔ سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضؓ سیدنا مذعور بن عدی رضؓ، سیدنا ہرملہ رضؓ اور سیدنا سلمہ رضؓ۔ سیدنا صدیق اکبر رضؓ انہیں لکھ چکے تھے کہ اپنی اپنی افواج لے کر سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی زیر قیادت کارروائی کریں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ابلہ کے مقام پر جمع ہو جائیں۔

جنگ سلاسل عراق کی پہلی جنگ

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضؓ کا خیال تھا کہ خلیفۂ رسول ؐ انہیں عراق میں ایک خود مختار کمان سونپیں گے اور وہ واقعی اس کی اہلیت بھی رکھتے تھے۔ تاہم خلیفہ رضؓ کی اطاعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ان چاروں میں سے ہر سردار کے پاس دو ہزار کا لشکر تھا۔ اس طرح سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی کمان میں اپنے لشکری ملا کر اٹھارہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ ایران کی طرف سے عراق میں اس وقت ہرمزان گورنر تھا۔ ایرانی شہنشاہیت میں رواج تھا کہ سب سے بڑا اہم عہدہ دار کو ایک لاکھ درہم کا تاج پہننے کی اجازت تھی۔ اس وقت ایرانی سلطنت میں ایسے چار تاجدار تھے جن میں سے ایک ہرمز بھی تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ مارچ ۶۳۳ء مطابق محرم ۱۲ھ یمامہ سے روانہ ہوئے اور روانگی کے ساتھ ہی انہوں نے ہرمز کے پاس اپنے سفیر کے ذریعے ایک خط بھیجا۔ جس میں لکھا کہ ایمان لے آؤ اور سلامت رہو۔ یا جزیہ ادا کرو اس طرح تم اور تمہارے لوگ

ہماری پناہ میں رہیں گے۔یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور میں ایسے لوگوں کو لے کر آرہا ہوں جنہیں موت سے اس قدر پیار ہے جس قدر تمہیں اپنی زندگی سے پیار ہے"

ہرمز یہ خط پڑھتے ہی غصے سے لال بھبوکا ہوگیا۔ اور اس نے فوراً اردشیر شہنشاہ فارس کو حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرکے عازم عراق ہوئے۔ ہر لشکر کا درمیانی فاصلہ ایک دن کی راہ تھا۔ ہرمز کا دارالحکومت ابلہ تھا۔ اور وہ کیل کانٹے سے لیس مقابلہ کیلئے تیار تھا۔

ہرمز شہنشاہی اقتدار کا سچا حامی، مزاج کا مغرور اور مقامی عربوں کے لئے متعصب ذہن کا مالک تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ بھی خوب جانتے تھے کہ فارس سے ٹکر لینا معمولی کام نہیں آپ فارسی فوج کے بلند معیار، اس کے سپاہیوں کی جرأت اور اسلحہ کے استعمال کی مہارت سے بھی خوب واقف تھے۔ البتہ وہ نقل و حرکت میں اسلامی لشکر کی طرح چست نہ تھے۔ مسلمان بھی مہم استاد کے نبرد آزما جنگجو تھے۔ ابلہ پہنچنے کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے سامنے دو راستے تھے ایک کاظمہ کی طرف سے دوسرا حضیر کی طرف سے آپ نے سوچا کہ ہرمز یقیناً کاظمہ کے راستے پیشقدمی کرے گا اس لئے انہوں نے حضیر کا راستہ اختیار کیا آپؓ کی حربی بصیرت نے ہرمزان کے لشکر کیلئے ایک طویل سفر کی مصیبت پیدا کر دی آپ نے نباج پہنچ کر سیدنا مثنیٰ رضہ کے لشکر کا بھی چارج لے لیا۔ ہرمز کا کاظمہ میں رک جانا سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے لئے مفید تھا۔ یعنی مجوسی بھی مسلمانوں کی طرح گھر سے باہر تھے۔ ہرمز نے جب سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے حضیر پہنچنے کی خبر سنی تو سٹ پٹا کر رہ گیا۔ اس نے فوراً حضیر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بھاری اسلحہ جنگ سے لیس ہرمز کی فوج نے بصد مشکل دو دن میں پچاس میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس نے باضابطہ ایک پیشہ ور سپہ سالار کے فوج کو میمنہ میسرہ اور قلب کی صورت میں لاکر قباذ اور انوشجان کو بازوؤں کی کمان سونپی اور خود قلب لشکر کو سنبھالا۔ فارسی لشکر نے پانچ پانچ دس دس کی لڑیوں میں اپنے

آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ جم کر لڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے اس جنگ کو ذات السلاسل کی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ مسلمان جانبازوں کے حملے کے وقت یہی زنجیریں انہیں فرار سے روک کر ان کی ہلاکت کا موجب بنے گی ان زنجیروں سے وہ یہ فائدہ بھی اٹھا سکتے تھے کہ غنیم کے سوار زنجیروں کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ مگر ہرمز کے عرب امدادی دستوں نے اپنے آپ کو زنجیروں کے پھندوں سے آزاد رکھا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ اس سے قبل کہ فارسی لشکر سنبھل سکے ان پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ مسلمان لشکر کے پاس پانی نہیں تھا۔ اللہ کی قدرت اچانک آسمان ابر آلود ہو گیا اور اس قدر بارش برسی کہ لشکر نے جی بھر کر پانی پیا اور اور اپنی پکھالیں بھر لیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے میمنہ اور میسرہ کی قیادت سیدنا عاصم بن عمرو اور سیدنا عدی بن حاتمؓ کے سپرد کی۔ اپریل ۶۳۳ء مطابق محرم ۱۲ھ میں یہ جنگ لڑی گئی۔

ہرمز گھوڑے پر سوار اپنے لشکر سے آگے نکل کر میدان میں پہنچ گیا اور للکار کر کہا خالد رضؓ کہاں ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے بھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ہرمز نے گھوڑے سے اتر کر پیدل لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ دراصل وہ ایک منصوبہ کے تحت ایسا کر رہا تھا۔ اس نے کچھ فاصلے پر چند جنگجو گھات میں بٹھا رکھے تھے۔ اور انہیں کہا گیا تھا کہ میں جب خالد رضؓ سے گتھم گتھا ہو جاؤں تو تم آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دینا۔ پہلے تلوار اور ڈھال کے کے ساتھ مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کی مہارت پر حیران تھے۔ اب ہرمز نے اپنی تلوار پھینک کر کشتی لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدنا خالد رضؓ نے بھی تلوار پھینک دی اور دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ موقع تھا کہ ہرمز کے گھات میں بٹھائے ہوئے آدمی جھپٹ کر سیدنا خالد رضؓ پر حملہ آور ہوں۔ مگر آپ نے اپنی خداداد ذہانت اور طاقت سے ہرمز کو اپنے چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ فارسیوں کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سیدنا قعقاع بن عمرو رضؓ دور کھڑے فارسیوں کے اس مکارانہ فعل کو

تاڑ کر بجلی کی طرح ہرمزان کے مددگار فارسیوں پر ایک برق خاطف کی طرح لپکے اور چند لمحات میں انہیں واصل بجہنم کر دیا۔ یہ تھی سیدنا صدیق اکبر رضہ کی یک نفس کمک فارسی قاتلوں کے واصل بجہنم ہونے پر سیدنا خالد سیف اللہ رضہ نے ہرمز کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ یہ سب کچھ ایسے ہوا کہ انسانی نظریں اس منظر کا تعاقب نہ کر سکیں۔ اب جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی اسلامی لشکر کے دونوں بازو ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ قباذ اور انوشجان نے اپنے لشکر کو بازگشت کا حکم دیا۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے ایرانی بے دریغ موت کا لقمہ بننے لگے۔ قباذ اور انوشجان اپنے لشکر کی کافی تعداد لے کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہرمزان کی ایک لاکھ کی ٹوپی فوجی دستور کے مطابق سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کو ملی۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت کو بھیج دیا گیا۔ ہر سوار کے حصے میں ایک ہزار درہم اور ہر پیادے کے حصے میں تین صد درہم آئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کی عالی حوصلگی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ہرمزان کی ٹوپی بھی دربار خلافت میں بھیج دی۔ مگر خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضہ نے انہیں واپس لوٹا دی۔ فارسیوں اور ان کے مددگار عربوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ مگر جن لوگوں نے جنگ میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اور انہوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔

ہرمز نے سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے عراق پر حملہ کی اطلاع دربار ایران میں بھیجی تھی وہاں سے ایک بہادر سردار قارن فوج لے کر روانہ ہوا۔

جنگ دریا

راستے میں اسے ہرمز کے قتل کی خبر ملی۔ اس نے بھگوڑے فوجیوں کو جمع کر کے حوصلہ دلایا اور آگے بڑھ کر دریائے معقل کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی پہنچ گیا۔ قارن، انوشجان اور قباذ تینوں بڑے سردار ایک محاذ پہ جمع ہونے

کے لئے روانہ ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے سیدنا مثنیٰ کو دو ہزار کا لشکر دے کر دیکھ بھال کے لئے آگے بھیجا۔ راستے میں حصن المراۃ کا قلعہ پڑتا تھا۔ سیدنا مثنیٰ نے اس قلعے کے محاصرے کے لئے اپنے بھائی معنیٰ کو چھوڑا اور خود آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس قلعہ کی حکمران ایک عورت تھی اس نے اسلام قبول کر کے معنیٰ سے نکاح کر لیا۔ سیدنا مثنیٰ کے سبک رفتار دستے نے دشمن کی ایک زبردست فوج سے رابطہ قائم کر لیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کاظمہ سے روانہ ہو کر ابلہ سے دس میل جنوب پہنچ گئے۔ آپ اپریل ۶۳۳ء میں سیدنا مثنیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ قارن نے پشت پر دریا رکھا تاکہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں میمنہ اور میسرہ کی کمان قباذ اور انوشجان نے سنبھالی۔ قلب قارن کی قیادت میں رہا۔ اس نے احتیاطاً دریا پر کشتیاں تیار رکھنے کا حکم دیا۔

سب سے پہلے قارن نے آگے بڑھ کر مبارز طلبی کا نعرہ لگایا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ ابھی صف سے نکل ہی رہے تھے کہ سیدنا معقل بن الاعشیٰ قارن کے سر پر پہنچ گئے۔ یہ ایک بڑے باکمال شمشیر زن تھے۔ سیدنا معقل نے قارن کو قتل کر دیا۔ اب دو ایرانی سردار قباذ اور انوشجان میدان میں آئے۔ سیدنا عاصم اور سیدنا عدی ان کے مقابلے کیلئے نکلے اور ان دونوں کو واصل بجہنم کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے عام حملے کا حکم دے دیا۔ فارسی فوج اپنے تین سالاروں کو قتل ہوتے دیکھ کر حوصلہ ہار چکی تھی۔ اس عام حملہ کی تاب نہ لا کر وہ بھاگ نکلے اور دریا کا رخ کیا۔ وہ اندھا دھند کشتیوں میں سوار ہونے لگے۔ اس افراتفری میں ہزاروں قتل ہوئے مگر ہزاروں بچ نکلے۔ مسلمانوں کے پاس دریا عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے وہ تعاقب نہ کر سکے۔ تمام مقامی باشندوں کے سردار امان طلب کرنے کیلئے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے پاس پہنچے آپؓ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ حضرو کے مقام پر محصول جمع کرنے کیلئے سیدنا سوید بن مقرن کو مقرر کیا۔ اور مختلف اطراف میں دریافت حالات کے لئے مختلف دستوں کو روانہ کیا۔

ولجہ کی جنگ جسے جہنم ولجہ بھی کہا گیا ہے

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی پوزیشن صرف ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت کی نہ تھی بلکہ مفتوحہ علاقوں کا نظم وضبط، جزیہ اور زکوٰۃ کی وصولی غرضیکہ تمام ملکی امور کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ گویا اب اگر وہ ایک طرف اسلامی فوجوں کے سپہ سالار اعظم تھے تو دوسری طرف مفتوحہ علاقوں کے عامل بھی تھے۔ ان کے پے در پے تین کامیابیوں نے مدائن کے شاہی محلات میں کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ ایرانی حکومت اور اس کے کارپرداز یہ سوچنے پہ مجبور ہو گئے تھے کہ صحرائے عرب کے بدو اب ہمیں آنکھیں دکھانے لگے ہیں۔

ایرانی شہنشاہ اردشیر نے بڑی دوراندیشی سے یہ سوچنا شروع کیا کہ صحرائے عرب سے اٹھتے ہوئے اس طوفان کا رخ کس طرح واپس موڑا جائے ورنہ کم از کم ایسا تو ہو سکے کہ وہ مزید پیش قدمی سے رک جائیں۔ جنگ دریا کے مقام سے مدائن کا فاصلہ تین صد میل تھا۔ مگر انہوں نے خبر رسانی کا ایسا اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا کہ اونچی آواز والے لوگوں کو مناسب فاصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دے کر انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ ایک آدمی آواز سن کر دوسرے کو پہنچاتے وہ تیسرے کو علیٰ ھذا القیاس ایک دن میں سینکڑوں میل تک خبریں پہنچ سکتی تھیں ایرانی شہنشاہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی دستے دار الحکومت میں جمع ہو جائیں۔ اردشیر نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو روکنے کیلئے ولجہ کا مقام تجویز کیا۔ یہ مقام آج کل عین المہاری کے نام سے موسوم ہے۔ شاہی حکم پاکر مشہور ایرانی شمشیرزن اندازغر ایک بڑی بھاری فوج لے کر ولجہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے معاً بعد بہمن جو ایک لاکھ درہم والی ٹوپی کی حیثیت کا آدمی تھا وہ بھی روانہ ہو گیا۔ بہمن نے اندازغر کا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو ان کے جاسوس لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں لشکر آپس ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں

لشکر آپس میں مل گئے تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ان کے پیش نظر تھی کہ اگر ان کے ایک لشکر کو شکست دی تو اس لشکر کے بھگوڑے حسب سابق دوسرے لشکر میں جا ملیں گے۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس لشکر کو شکست دی جائے اس کے بھگوڑے دوسرے لشکر میں جا کر شامل نہ ہوسکیں۔ حربی بصیرت کی انتہا!

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ کا نام لے کر انداز غر فوج پر حملہ کر دیا۔ اسلامی فوج کا میمنہ اور میسرہ حسب سابق سیدنا عاصم اور سیدنا عدی کی قیادت میں تھا انداز غر نے اپنے سامنے پھیلے ہوئے مسلمان لشکر کی تعداد دیکھی تو خوشی سے پھولا نہ سمایا صرف دس ہزار پیدل فوج۔ مسلمان بھی حیران تھے کہ ہمارے سوار دستے کہیں نظر نہیں آتے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ مگر ایک مسلمان مجاہد کا مقابلہ متعدد ایرانیوں سے تھا۔ ایرانی سالار تھکے ہوئے فوجیوں کی جگہ تازہ دم فوجی بھیج رہا تھا مگر مسلمان فوجیوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔

جنگ کے دوران ایک عظیم الجبثہ اور قوی ہیکل پہلوان جس کا نام ہزار مرد تھا۔ ڈکارتا ہوا مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ اور مبارز طلبی کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض آگے بڑھے اور چند منٹوں میں اس دیو کو ڈھیر کر دیا۔ اور اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کیلئے خادم کو آواز دی کہ میرا کھانا لاؤ اور اسی دیو کے سینہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔ دوسرا دور ایرانیوں کے جوابی حملے سے شروع ہوا۔ ایرانی سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے اب اسلامی لشکر کی طاقت جواب دینے لگی۔ انداز غر کو نظر آنے لگا کہ اب فتح قدموں کے نیچے ہے اور مجھے لاکھ درم والی ٹوپی ملنے والی ہے۔ حالات نہایت نازک مقام پر پہنچ گئے کہ سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک طرف دیکھ کر ایک مخصوص اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے ایرانی فوج کے عقب سے مسلم رسالہ گھوڑے دوڑاتا ہوا حملہ آور ہو چکا ہے۔

عقب سے اسلامی رسالہ کا حملہ ایرانیوں کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوا۔ فتح کی خوشی کی بجائے دہشت اور خوف نے ان کا خون خشک کر دیا اب مسلمانوں کو معلوم ہوا

کہ ہمارا رسالہ کہاں تھا۔ ایرانیوں کے عقب میں اسلامی رسالہ سامنے پیدل فوج ایرانیوں میں بھگدڑ کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ہرمزاور قارن کی فوجوں نے بھی شکست کھائی تھی مگر اندازغر کی فوج کا تو وجود ہی مٹ گیا۔ خود اندازغر صحرا کی طرف بھاگ نکلا اور کہیں پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنے تھکے ماندے جانبازوں کو جمع کیا۔ اور کہا "دکیا تمہیں سرزمین فارس کی دولت نظر نہیں آتی کیا تمہیں سرزمین عرب کی مفلسی یاد نہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس ملک میں فصلوں نے کس طرح زمین کو ڈھانپ رکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فرض نہ ہوتا تو بھی ہم اس دولت مند ملک کو فتح کرنے کے لئے آتے۔ اور اپنے صحراؤں کی بھوک کو اس خوراک کی فراوانی سے بدل لیتے جواب ہماری ہے"

جنگ ولجہ سے ایک دن پہلے آپؓ نے دو مسلمان کمانداروں سیدنا بُسر بن ابی اسلم اور سیدنا سعید بن مرّہ کو بلا کر مناسب ہدایات دیں۔ اور انہیں انتہائی رازداری سے کام لینے کی ہدایات دیں۔ یہی وہ رسالہ تھا جس نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ مئی ۶۳۳ء مطابق صفر ۱۲ھ میں یہ جنگ لڑی گئی۔

دریائے خون

فارسیوں کے خلاف تین بڑی جنگوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ بڑی کامیابی سے فتح حاصل کر چکے تھے۔ ان جنگوں سے بچے کھچے بھگوڑے الیس کے مقام پر جمع ہونا شروع ہو گئے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو جب دشمن کے ایک مقام پر جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ اٹھارہ ہزار کا لشکر لے کر الیس کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں راستہ میں خسیف کا دریا عبور کرنا پڑا۔ ایران کے شاہی دربار میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی وہ اس بات پر سخت حیران تھا کہ بھوکے ننگے اور تہذیب و تمدن

کی زندگی سے نا آشنا مختلف قبائل میں بکھرے ہوئے بدو کس طرح ایک عظیم طاقت بن کر ان کے بڑے بڑے تین لشکروں کو شکست دے چکے ہیں۔ لیکن بارہ صدیوں کی منظم اور متمدن حکومت کے لئے تین شکستیں کوئی خاص اہمیت نہ رکھی تھیں اس عرصہ میں قبیلہ بنو بکر کے عیسائی مدائن شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ ہمیں آلاداتہ اور اپنے طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایرانی دربار کے لئے یہ بڑی جانفزا خبر تھی کہ عیسائیوں کے عرب قبائل مسلمان عربی فوج سے لڑنے کیلئے تیار ہیں۔ عیسائی عرب قبائل بھی الیس کے مقام کیطرف روانہ ہو گئے۔

شاہی دربار سے ایرانی فوج کے سالار اعظم بہمن کو مناسب ہدایات مل رہی تھیں اس نے اپنے نائب سپہ سالار جابان کو الیس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اور بہمن مناسب ہدایات اور مشورہ لینے کے لئے مدائن پہنچ گیا۔ اردشیر اس وقت سخت بیمار تھا اور بہمن وہیں رک گیا جابان الیس پہنچا اس نے وہاں عیسائی عربوں کی لاتعداد فوج دیکھی اور بڑا خوش ہوا۔ عیسائی عربوں کا سالار عبدالاسود تھا جس کے دو بیٹے ولجہ میں قتل ہو چکے تھے۔ اور وہ آتش انتقام بنا ہوا تھا۔ آج ان مقامات کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے۔ ابتداء زمانہ سے دریاؤں کے رخ بدل گئے۔ پرانے شہر صفحہ ہستی سے نابود ہو گئے اور نئے شہر آباد ہو گئے۔ اس لئے الیس کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے البتہ اس قدر معلوم ہے کہ اس کے قریب ایک دریا بہتا تھا۔

جابان کے لشکر کے الیس پہنچنے سے پہلے سیدنا مثنیٰؓ اپنے تیز رفتار رسلے کے ساتھ الیس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے کام لے کر حالات کا جائزہ لیا اور سیدنا خالد سیف اللہؓ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے سیدنا مثنیٰؓ کا پیغام ملتے ہی اپنے پڑاؤ سے کوچ کیا۔ اور حسب سابق میمنہ اور میسرہ کی قیادت سیدنا عاصم بن عمرو اور عدی بن حاتم کے سپرد کی۔ مسلمانوں کا لشکر جس وقت دشمن کے لشکر کے سر پر پہنچا دشمن کھانا کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ادھر وہ کھانے پر بیٹھے ادھر مسلمان کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ صرف عیسائی عرب مقابلہ

پر آتے۔ فارس کے لشکر نے جب سروں پر موت کے سائے دیکھے تو وہ بھی میدان جنگ میں کود پڑے محاذ جنگ سے دریا تقریباً دو میل دور تھا۔ یہ جنگ مختلف ذیلی جنگوں کا ایک مجموعہ تھی۔ عیسائی عرب سردار پہلے ہلے میں ہی سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ابتدائی دو گھنٹے بڑی شدت کی جنگ رہی۔ جنگ کا زیادہ زور دریا کے کنارے تھا۔ مسلمان جانباز ہر چند آگے بڑھنے کی کوشش کرتے مگر پیچھے دھکیل دیئے جاتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ نے جب یہ صورت حالات دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ اگر تو ہمیں فتح دے تو میں ان دشمنان اسلام میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا مسلمانوں نے از سر نو منظم ہو کر حملہ کیا۔ سہ پہر کے قریب ایرانی لشکر میں ہزیمت کے آثار نظر آنے لگے۔ اور پھر وہ بھاگنے لگے ہزاروں قتل ہوئے۔ بھاگتے ہوئے ایرانی لشکر کے متعلق سیدنا خالد سیف اللہ رضہ نے اپنے رسالے کو حکم دیا کہ انہیں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرو مسلمان مجاہد ایرانیوں اور عیسائی عربوں کو ٹولیوں میں ہانک کر لاتے رہے اور دریا کے کنارے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔ یہ سلسلہ تمام رات اس سے اگلا پورا دن اور اگلے دن کے کچھ حصے تک جاری رہا۔ تیسرے دن کے آخری وقت آخری آدمی قتل ہوا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دریا کا تمام پانی خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے دریائے خون کا نام دیا گیا۔

ایرانی فوج بھاگ رہی تھی اور سوار دستے اس کا تعاقب کر رہے تھے اور پیدل دستے ایرانیوں کے پکے ہوئے کھانے سے اپنے کام و دہن کی تواضع کر رہے تھے۔ طبری کے قول کے مطابق اس جنگ میں ستر ہزار ایرانی اور عرب عیسائی قتل ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت کے ساتھ شکست خوردہ سپاہ کے اہل و عیال بھی تھے۔ مگر ان کا سالار جابان بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضہ نے مقامی لوگوں سے ایک معاہدہ کیا اور انہوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا۔ مقامی باشندوں نے مسلمانوں کے لئے جاسوسی کے فرائض

ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جنگ موتہ کے بعد الیس کی جنگ تمام عمر یاد رہی اور مستقبل میں اکثر اس جنگ کا ذکر کرتے تھے۔ اس جنگ کے خاتمہ کے ساتھ ہی نوشیروان کا پرپوتا اردشیر بھی اس شکست کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔

حیرا کی فتح

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ الیس کے معرکہ سے فارغ ہو کر مئی ۶۳۳ء مطابق ربیع الاوّل ۱۲ھ امغیشیا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے امغیشیا کو فوجی پیشگاہ کے طور پر اپنا ہیڈکوارٹر بنانا چاہتے تھے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تمام شہر بالکل سنسان پڑا ہے۔ دکانیں اور مکان سامانوں سے بھرے پڑے ہیں مگر کوئی متنفس موجود نہیں۔ یہ شہر وسعت، آبادی اور شان و شوکت کے لحاظ سے حیرا کا ہم پلہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس شہر میں ایک متنفس بھی موجود تھا۔ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ شہر کے جوان افراد تو الیس کی جنگ میں کام آچکے ہیں اور بوڑھے بچے اور عورتیں مسلمانوں کی یلغار کے خوف سے نواحی علاقوں میں منتشر ہو کر روپوش ہو گئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی فتوحات اور ان کے جنگی کارنامے اب ایک دہشت بن چکے تھے۔ مسلمانوں نے امغیشیا کے مال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ سمجھا۔ اور ہر وہ چیز جو اٹھائی جا سکتی تھی اپنے قبضہ میں کر لی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ امغیشیا سے اس قدر مال ملا جس قدر عراق کی سابقہ چار لڑائیوں میں حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ مال حاصل کرنے کے بعد شہر کو تباہ کر دیا گیا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت کو بھیج دیا گیا۔ خلیفۂ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ پے بہ پے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی فتوحات کی خبریں سن سن کر اب بہم طور مطمئن تھے۔ اور مال غنیمت کی فراوانی سے مسلمان مالا مال ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اسلام کے لئے ایک آیۂ رحمت سمجھ رہے تھے امغیشیا، کا مال غنیمت دیکھ کر
خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم
فرمایا جب وہ جمع ہو چکے تو آپؓ نے فرمایا۔

"اے قریش تمہارا شیر پہلے کسی شیر پر حملہ کرتا تھا اور غالب آتا تھا۔ مگر اب اس کا نام سن کر ہی دوسرے شیر لومڑیوں کی طرح بھٹ میں گھس جاتے ہیں۔ عورتیں اس شیر کی طرح بیٹا جننے سے اب عاجز ہیں۔"

یہ فرمانے کے بعد آپ نے مال غنیمت کی تقسیم کا حکم دیا جس سے مدینے کا ہر گھرانہ مالدار ہو گیا اور کوئی حاجت مند باقی نہ رہا۔

یہ سب کچھ حیرا کا حاکم اذابہ سن سن کر گھبرا رہا تھا۔ کاظمہ، معقل، ولجہ اور الیس کی شکستوں نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اب حیرا کی باری ہے۔ ایرانی فوج کے تمام اہم سپہ سالار اور پہلوان قتل ہو چکے تھے۔ اپنے شہنشاہ کی بیماری اور ایرانی فوجوں کی دل برداشتگی بھی اس کے سامنے تھی۔ اذابہ پچاس ہزار کی ٹوپی کا مالک تھا وہ حیرا کا حاکم ہی نہیں بلکہ فوجی سپہ سالار بھی تھا۔ حیرا کا بادشاہ ایاس بن قبیصہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اذادبہ نے اپنی ذمہ داریوں کو پورے شعور سے نبھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس نے اپنی فوج شہر سے نکال کر باہر اپنا پڑاؤ ڈالا اور اپنے بیٹے کو سیدنا خالد سیف اللہؓ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے آگے بھیجا۔ اور اُسے مناسب ہدایات دیں سیدنا خالد سیف اللہ نے نقل و حمل کیلئے بڑی کشتیوں سے کام لیا۔ ملاح مقامی عرب قبائل تھے۔ اور لشکر کو دریا کے کنارے کنارے کوچ کا حکم دیا مگر اذاذبہ کے بیٹے نے پیچھے سے اپنے باپ کے حکم کے مطابق دریا پر بند باندھ کر اس کا رخ موڑ دیا تھا۔ مسلمانوں کی کشتیاں اچانک زمین سے جا لگیں۔ آپؓ نے کشتیاں چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں دریا پر بند باندھا گیا تھا بادقلی کے مقام پر فارسی لشکر سے پہلی جھڑپ ہوئی۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دریا کا بند کھولا تو پانی

پھر جاری ہو گیا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر اذاذبہ کے بیٹے کے کیمپ پر ٹوٹ پڑا۔ اور وہ سب لقمہ اجل بن گئے بمشکل چند سوار بھاگ کر اپنی جان بچا سکے۔ جنہوں نے اذاذبہ کو جا کر تمام حالات سنائے بیٹے کے قتل کی خبر کے ساتھ ہی اسے مدائن سے اردشیر کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اذاذبہ دل برداشتہ ہو کر مدائن روانہ ہو گیا۔ اور بہمن کو جا کر تمام روداد سنائی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کسی موزوں مقام پر دریائی سفر چھوڑ کر اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور حیرا سے تین میل کے فاصلہ پر خورونق جا پہنچے وہاں اپنا بنیادی کیمپ بنا کر حیرا کی طرف بڑھے وہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ شہر کے تمام باشندے موجود تھے۔ وہ نہ بھاگے اور نہ کسی قسم کی مزاحمت کی۔ مسلمانوں نے بھی ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن حیرا کے چار قلعوں کے اندر حیرا کے عیسائی عربوں کے فوجی جیش موجود تھے۔ جو اپنے سالاروں کے تحت مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار تھے چاروں قلعوں میں ان کے سرداروں کے چار محل تھے جو قصر ابیض قصر العدسئین، قصر بنو مازن اور قصر بقیلہ کے ناموں سے موسوم تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر قلعہ پر حملہ کرنے کے الگ الگ چار جیش ترتیب دیئے۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ بن الازور کو قصر ابیض کی طرف سیدنا ضرار بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو قصر العدسئین کی طرف سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو قصر ابن بقیلہ کی طرف بھیجا اور انہیں ہدایت دی کہ پہلے حسب دستور ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کیلئے کہا جائے۔ اگر وہ جزیہ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیں تو ان پر حملہ کیا جائے۔ مگر عیسائی عربوں نے کوئی شرط تسلیم نہ کی۔ سب سے پہلے سیدنا ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے قصر ابیض پر حملہ کیا اور ان کے ساتھ باقی مسلمان سپہ سالاروں نے بھی حملے کر دیئے۔ عیسائی عربوں نے شروع میں قلعوں کی فصیلوں سے بڑی جی داری سے مدافعت کی مگر آخر میں بھاگ نکلے۔ آخر قصر ابن بقیلہ کا بوڑھا عیسائی سردار جو اپنی عقلمندی، فراست اور اثر و رسوخ کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت کا مالک تھا قلعے سے نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ شہنشاہ ایران نوشیروان کا زمانہ بھی دیکھے ہوتے تھا اور شاہی اداب

اور حرب و ضرب کے امور سے کما حقہٗ واقفیت رکھتا تھا۔ وہ جب سیدنا خالد سیف اللہ کے سامنے پہنچا تو آپؓ نے اس سے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے عبدالمسیح نے کہا دو سو سال ان کی مزید گفتگو سوال و جواب کے انداز میں ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ تم نے آج تک دنیا میں کون سی بات عجیب تر دیکھی ہے۔

جواب :۔ حیرا اور دمشق کے درمیان ایک عورت روٹی کا ٹکڑا لے کر سفر کرتی ہے مگر اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں (یہ اشارہ تھا نوشیروان کے عدل کی طرف)

سوال :۔ تم کہاں سے آئے ہو؟

جواب :۔ اپنے باپ کی ریڑھ کی ہڈی سے۔

سوال :۔ میں پوچھتا تم کہاں سے آئے؟

جواب :۔ اپنی ماں کی رحم سے۔

سوال :۔ کہاں جانا ہے؟

جواب :۔ اپنے سامنے کی طرف۔

دراصل سید خالد سیف اللہ رضؓ کا ان سوالات کے پوچھنے کا مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ تم کس مقام کی طرف سے آئے اور میرے پاس کیسے آئے ہو۔ مگر بوڑھا عیسائی سردار انہیں فلسفیانہ انداز میں جواب دے رہا تھا۔ پھر آپ نے پوچھا۔

سوال :۔ تمہارے سامنے کی طرف کیا ہے؟

جواب :۔ آخرت۔

سوال :۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اس جواب سے جھلا کر کہا تم کہاں کھڑے ہو؟

جواب :۔ زمین پر۔

سوال :۔ لعنت ہے تم پر تم کس چیز کے اندر ہو؟

جواب :۔ اپنے کپڑوں کے اندر۔

سوال :۔ کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی؟

جواب :۔ ہاں! خوب سمجھتا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان فلاسفرانہ قسم کے جوابات سننے کے عادی نہ تھے مطلب کی بات کرتے تھے اور مطلب کی بات سنتے ۔بوڑھے کے اس انداز تکلم پر وہ سٹپٹا گئے اور کہا۔

میں تم سے صرف مطلب کی چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

بوڑھے نے جواب دیا۔ میں بھی مطلب کے جواب ہی دے رہا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غصے سے تلملا کر کہا۔ دنیا اپنے احمقوں کو تباہ کر دیتی ہے مگر تمہارے جیسے عقلمند دنیا کو تباہ کرتے ہیں۔

عبدالمسیح نے کہا اے سپہ سالار۔ چیونٹی ہی جانتی ہے کہ اس کے بل میں کیا ہے اونٹ کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ یہ بوڑھا تو غیر معمولی دل و دماغ کا آدمی ہے۔ اس کے تمام جواب اگرچہ کسی قدر مزاحیانہ انداز لئے ہوتے ہیں مگر ہیں صحیح، آپؓ نے اب بوڑھے سے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔ مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جو تمہیں آج تک یاد ہو۔ عقلمند بوڑھا چند لمحے سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا اے مسلمانوں کے سالار اعظم۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہیں جب ان قلعوں کے عقب میں چین کے جہاز اپنے بادبان پھیلائے ہوتے آتے تھے۔ (نوشیروان کے عدل و انصاف کے دور کی طرف بوڑھے کا یہ دوسرا اشارہ تھا) مختلف مورخوں نے مختلف انداز میں اس گفتگو کو قلمبند کیا ہے آخر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اس صورت میں تم ہمارے بھائی ہو گے۔ ورنہ جزیہ ادا کرو ہم تمہارے دشمنوں سے بچانے کے ذمہ دار ہوں گے اگر تمہیں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو میں بزور شمشیر تمہیں اسلام کا باجگذار بنا کر دم لوں گا۔

عبدالمسیح چند لمحات سربگریبان رہا۔ اور پھر کہا ہم آپ کے خلاف لڑنے کا قطعًا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور اپنا دین بھی ترک کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ہم جزیہ ادا کریں گے۔ غرضیکہ صلح کا عہدنامہ مرتب ہوگیا۔ عبدالمسیح رخصت ہونے لگا تو اس کے خادم کے پاس سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تھیلی نظر آئی۔ آپ نے پوچھا یہ تھیلی کیسی۔ عبدالمسیح نے جواب دیا۔ اے مسلمانوں کے سردار اگر میری اور آپ کی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا اور مجھے نظر آتا کہ میری قوم تباہ ہونے والی ہے تو میں اس تھیلی میں رکھے زہر قاتل کو کھا کر ختم ہوجاتا اور اپنی قوم کی تباہی دیکھنے سے پہلے مرجاتا معاہدہ کی وجہ سے اہل حیرا نے سالانہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

ایک تاریخی لطیفہ بقول بلاذری اور طبری۔ ایک روز حضور خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض کے سامنے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مستقبل قریب میں حیرا کو فتح کریں گے۔ مسلمانوں نے حیرا کے حکمران عبدالمسیح کی بیٹی کرامہ کے حسن وجمال کی تعریف سن رکھی تھی۔ ایک سادہ لوح مسلمان نے دربار رسالت میں عرض کی کہ یارسول اللہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کرامہ مجھے مل جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوتے فرمایا وہ تمہاری ہوگی وہ سادہ لوح مسلمان جس کا نام شویل یا خریم بن روس تھا سیدنا خالد سیف اللہ کے لشکر میں موجود تھا اسکی عرض معاہدہ کے قلمبند ہونے سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوچکی تھی۔ اس لئے عہدنامہ میں بھی یہ شرط مذکور تھی کہ کرامہ مسلمانوں کے حوالے کردی جائے گی۔ عبدالمسیح نے اپنے قلعہ میں پہنچ کر جب اس شرط کا ذکر کیا تو شاہی محلات میں ہلچل مچ گئی۔ مگر کرامہ خود ایک کنیز کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی۔ شویل سرور انگیز عاشقانہ تصورات میں سالوں کے انتظار کے بعد گوہر مقصود ملنے پر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شویل کو طلب کرکے اس کے گوہر مقصود کی طرف اشارہ کیا۔ جب شویل آگے بڑھتا تو کرامہ نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا۔ مگر وہاں حسن وجمال

کے پیکر کے بجائے ایک اسی سالہ کھوسٹ بڑھیا کو کھڑے پایا۔ شویل یہ دیکھ کر چکرا گیا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ وہی کرامتہ ہے جو اپنی جوانی کے ایام میں حسینان عرب میں اپنی مثال آپ تھی مگر اب کھوسٹ بڑھیا ہے تو سٹپٹا کر رہ گیا۔

بڑھیا شہزادی نے گفتگو میں خود پہل کی اور کہا میرے جیسی بڑھیا تمہارے کس کام کی ہیں تمہیں اپنی آزادی کے بدلے جس قدر رقم کہو دینے کو تیار ہوں۔ شویل نے ایک ہزار درہم طلب کئے اور شہزادی مطلوبہ رقم ادا کر کے چلتی بنی۔ شویل نے جب اپنے کیمپ میں پہنچ کر اپنے احباب کو یہ کہانی سنائی وہ قہقہہ مار کر ہنسے اور کہنے لگے تم تو بڑے کم عقل ثابت ہوئے ہو تم شہزادی سے جو طلب کرتے تمہیں اس سے مل جاتا۔ مگر شویل نے شرمندہ ہو کر کہا میں اس سے زیادہ گنتی ہی نہیں جانتا تھا۔

حیرا کی فتح کے بعد

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حیرا کی فتح کے بعد ارد گرد کے علاقوں کے سرداروں کو حسب معمول خطوط لکھے۔ تمام علاقوں سے انہیں تسلی بخش جواب ملے۔ ان ایام میں فارسی حکومت کے اندرونی حالات مزید بدتر ہو چکے تھے۔ بہمن نے اپنی تمام توجہات صرف مدائن کے دفاع پر وقف کر دیں۔ جون ۶۳۳ء ربیع الآخر ۱۲ھ تک دجلہ و فرات کا تمام درمیانی علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کا بندوبست ایسے شاندار طریقوں اور عمدگی سے کیا کہ مفتوحہ علاقوں کے لوگ یوں سمجھنے لگے کہ ہم جہنم سے نکل کر جنت میں آ گئے ہیں۔ ان انتظام امور سے فارغ ہو کر آپ نے دو خطوط لکھے۔ ایک فارس کے حکمران کی طرف اور دوسرا وہاں کے عوام کی طرف۔

شیر کی للکار

شہنشاہ فارس کے نام سیدنا خالد سیف اللہؓ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن الولیدرضؓ کی طرف سے شاہان فارس کے نام

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ اور تمہارے مقاصد کو باطل کر دیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے اور بھی بُرا ہوتا۔ اگر تم مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لو تو ہم تمہیں اور تمہاری سرزمین کو چین سے رہنے دیں گے۔ ورنہ تم ایک ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو گے جس کو موت اتنی ہی پیاری ہے جتنی تمہیں زندگی۔

فارس کے عوام کی طرف آپؓ نے جو خط لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرو تو تمہیں مسلمانوں کی حفاظت میسر ہوگی۔ مگر مدائن سے کوئی جواب نہ آیا۔

انبار کی فتح جسے جنگ ذات العیون کہتے ہیں

مقامی انتظام سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے شمالی حصے کے مشہور مرکز انبار کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ ایک کاروباری مرکز اور پرانا شہر تھا۔ یہاں غلے کے بڑے بڑے گودام تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے آدھی فوج حیرا کے مقام پر چھوڑی اور نو ہزار اپنے ہمراہ رکھی ذات کو کسی مقام سے عبور کر کے انبار کے دامن میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ قلعے کے چاروں طرف ایک بڑی خندق پانی سے بھری ہوئی ہے۔ انبار ساباط کے ضلعے میں واقع تھا اور ساباط کا حکمران شیرزاد اپنے علم و دانش اور فوجی قابلیت میں بڑا مشہور تھا۔ انبار کی حفاظت کا بوجھ شیرزاد کے کندھوں پر آپڑا۔ فارسی سپاہ کے علاوہ اس کے پاس عرب امدادی

فوج بھی کافی تعداد میں موجود تھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب قلعہ کے دفاعی انتظامات کو دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ قلعے کی فصل پر بے شمار فوج بڑی بے پرواہی سے گھوم پھر رہی ہے۔ آپ نے اپنی فوج کے تیر انداز دستوں کو ایک ایک ہزار کے تین حصوں میں تقسیم کر کے سمجھایا کہ پہلے ایک دستہ آگے بڑھے لیکن اس انداز میں کہ وہ بلا تیر لگائے گویا بے مقصد گھوم رہے ہیں۔ لیکن جب دشمن کو اپنے تیروں کی زد میں دیکھیں تو فی الفور دشمن کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تیر چھوڑ دیں۔ معًا بعد دوسرا دستہ اور پھر تیسرا دستہ یہی کام کرے مسلمانوں نے یہ کارروائی چشم زدن میں سرانجام دی اور فصیل پر کھڑے ہزاروں دشمن ایک آنکھ کھو بیٹھے شیرزاد نے جب یہ خبر سنی تو ششدر رہ گیا اور اس نے موزوں شرائط پر صلح کا پیغام بھیجا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دو۔ اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ دروازے کے سامنے بہترین تیرانداز جمع ہو کر فصیل پر کھڑے دشمنوں پر تیر اندازی شروع کر دیں۔ اور دوسرے دستے بوڑھے اور ناکارہ اونٹوں کو ذبح کر کے خندق میں پھینک دیں اس پر خندق قابل عبور ہو گئی۔ اور مسلمان فوج کے چند دستے خندق کا وہ غیر ہموار پل عبور کر کے قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ قلعہ میں محصور دشمن نے پہلے تو قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مگر ہزیمت کھا کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شیرزاد کو پیغام بھجوایا کہ شیرزاد اور قلعہ میں مقیم تمام لوگوں کو سلامت نکل جانے کی اجازت ہے مگر اپنا تمام مال و اسباب قلعہ میں چھوڑ جائیں۔ اگلے روز تمام مجوسی اپنے تمام اہل و عیال کو ہمراہ لے کر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مقامی عرب عیسائیوں نے جزیہ ادا کرنے کے معاہدہ پر صلح کر لی۔ چند روز میں انبار کے گرد و نواح کے مقامی سرداروں نے بھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر جزیہ ادا کرنے پر معاہدے کر لئے۔ شیرزاد مدائن پہنچا تو بہمن اس پر برس پڑا مگر اس نے تمام الزام عیسائی عربوں کے سر تھوپ دیا۔

عین التمر کی فتح

انبار کے انتظام سے فارغ ہوکر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ شمالی عراق کے دوسرے بڑے شہر عین التمر کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ کھجور کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے "کھجوروں کا چشمہ" کے نام سے مشہور تھا۔ عین التمر کا فارسی امیر مہران بن بہران چوبین تھا۔ جو بڑا جہاندیدہ جنگ باز تھا۔ عرب قبیلے کا تعلق مشہور جنگجو قبیلے نمر سے تھا اور ان کا سردار عقبہ بن ابی عقہ ایک مشہور جنگجو شخص تھا۔ عقہ نے مہران سے کہا، عربوں سے میں خود نپٹ لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ عقہ، مہران سے رخصت ہوکر اپنے لشکر میں پہنچا تو مہران کے چند افسروں نے مہران پر اعتراض کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ عقبہ نے کہا اگر مہران کو فتح حاصل ہوئی تو وہ ہماری فتح ہوگی اگر اسے شکست ہوئی تو مسلمان جنگ سے تھک چکے ہوں گے ہم آسانی سے ان پر قابو پالیں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جب آگے بڑھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ ان کے مقابل صرف عرب قبائل ہیں۔

اس سے پہلے عراق کی تمام جنگوں میں آپ کا مقابلہ عرب اور ایران کی مشترکہ فوجوں سے ہوا تھا ۔بہر حال انہوں نے اپنے دستور کے مطابق اپنی فوج کو ترتیب دی اور انہیں کہا کہ تم اپنے مقابل کی فوجوں کو الجھائے رکھنا اور خود قلب لشکر لے کر عقہ کے دستہ پر حملہ کر دیا۔ اور اسے پہلی جھڑپ میں ہی گرفتار کرلیا۔ عقہ کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بعض نے ہتھیار ڈال دیئے اور باقی بھاگ کر قلعہ میں پہنچ گئے۔ فارس کی فوج اپنے حلیف عربوں کی شکست کی خبر سنتے ہی اپنے سردار مہران کے ساتھ مدائن کی طرف بھاگ نکلی مگر عیسائی عربوں نے قلعہ بند کر کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عین التمر کا محاصرہ کرلیا۔ اور عقہ کو گرفتاری کی حالت میں نمائش کے لئے مدافعین کے سامنے پیش کیا۔ مدافعین نے جولائی ۶۳۳ء میں ہتھیار ڈال دیئے مسلمانوں نے تمام سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ عقہ بھی قتل کر دیا گیا۔ باقی افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

اور عین التمر سے حاصل شدہ مال کا پانچواں حصہ دارالخلافہ کو بھیج کر باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا۔

عین التمر کی عیسائی خانقاہ

اس میں پادری بنانے کی تعلیم کا انتظام تھا اور کم و بیش چالیس لڑکے ہر وقت زیر تربیت رہتے تھے۔ ان میں افریقہ کے فاتح مشہور جرنیل موسٰے کا باپ نصیر بھی تھا جس نے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے مشرقی شمالی اور مغربی صوبجات کے وائسرائے اور کمانڈر انچیف امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے حکم کے تحت افریقہ کے تمام شمالی صوبوں میں اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائے اس وقت شمالی افریقہ کے تمام صوبجات کو افریقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امیر حجاج بن یوسف نے بصرہ میں بیٹھ کر تین محاذوں پر تین مختلف جرنیلوں کو مامور کیا۔ مشرق میں محمد بن قاسم شمال مشرق میں قتیبہ بن مسلم اور مغرب میں موسٰے بن نصیر کو جن کا نام اسلامی فتوحات کی دنیا میں تا ابد درخشندہ تابندہ رہے گا۔

امیر حجاج بن یوسف ثقفی ایک بیدار مغز سیاستدان تھا۔ جس نے نہایت دانشمندی سے زیر زمین اسلام دشمن گروہوں کے سرچشمے بند کر دیئے وہ ایک عظیم فوجی قائد اور بلند مرتبہ سپہ سالار تھا جس کے حربی منصوبوں سے تقریباً دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا وہ اس وقت کے جلیل القدر علماء میں بلند مقام رکھتا تھا۔ اس نے جب اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی طرح ڈالی اور مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں بولنے والے قبائل جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اس نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی صورت میں بھی قرآن مجید کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکیں گے تو اس کی ہدایت اور حکم کے مطابق قرآن مجید پر نقاط اور اعراب ڈالے گئے اس کے یہ کارنامے رہتی دنیا تک اسلام پر ایک احسان عظیم ہے۔ مگر بد قسمتی سے اس کے زمانہ میں ایک درویش مگر انتہائی سادہ لوح بزرگ سعید بن جبیر قتل ہوتے۔ اسلام دشمن زیر زمین

تخریبی عناصر کا جب ہر طرف سے امیر حجاج نے ناطقہ بند کیا تو انہوں نے سعید بن جبیر کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ان کے مکان میں پخت و پز کی طرح ڈالی۔ ہر چند امیر حجاج نے سعید بن جبیر کو ان کے اس فعل سے روکا کہ ان لوگوں کو اپنے ہاں پناہ نہ دیں۔ مگر وہ نہ رُکے تو اس نے مجبور ہو کر سعید بن جبیر کو جن کا مکان تخریبی عناصر کی آماجگاہ بن چکا تھا اور وہ نادانستہ طور پر ایک طرح سے بالواسطہ ان کے شریک کار بن گئے تھے انہیں قتل کر کے تخریبی عناصر کے اس اڈے کو ختم کیا۔ اور امیر حجاج ان تمام عظیم کارناموں کے باوجود سعید بن جبیر کے قتل کی وجہ سے ان تخریبی عناصر کی باقیات السیات کی زبان سے ایک ظالم اور سفاک کے نام سے مشہور ہو کر رہ گیا۔

دومۃ الجندل کا دوسرا واقعہ

گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اکیدر بن عبدالملک حاکم دومۃ الجندل کو کس طرح گرفتار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا اور اس نے اپنی وفاداری کا عہد کیا تھا۔ لیکن فتنۂ ارتداد کے زمانے میں سیدنا عمرو بن العاص رضؓ اور سیدنا شرجبیل بن حسنہ رضؓ کی جنگی کارروائیوں کے بعد اس نے اپنا عہد توڑ کر مدینہ سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر کے عیسائیت پسندوں اور مجوسیت پسندوں سے تعلقات استوار کر کے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی عراق پر چڑھائی کے دوران خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تھا۔ سیدنا عیاض رضؓ نے دومۃ الجندل پہنچ کر دیکھا کہ شام کی مشرقی سرحد پر آباد قبیلہ کلب کے عیسائیوں نے دومۃ الجندل کے دفاع کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔

اور دومۃ الجندل کا قلعہ دشمن کا ایک مضبوط مرکز بن چکا ہے۔ سیدنا عیاض رضؓ نے

آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ارد گرد کے عیسائیوں نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اب صورت یہ تھی کہ دومۃ الجندل مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اور مسلمان عقب سے آنے والے عیسائیوں کے محاصرے میں تھے آخر ایک مسلمان سپہ سالار نے کہا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے کمک طلب کی جائے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کا خط عین ایسے وقت ملا جب وہ عین التمر کے معرکہ سے فارغ ہو کر حیرا کی طرف کوچ کرنے والے تھے۔

آپؓ نے فوراً اپنا ارادہ ترک کر کے دومۃ الجندل کی طرف کوچ کیا اور سیدنا عیاضؓ کو ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ گھبراؤ نہیں میں آرہا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ کے اس کوچ کی خبر جب دومۃ الجندل کی دشمن فوج کو پہنچی تو وہ گھبرا اٹھے۔ انہوں نے بڑی عجلت سے مزید ہمسایہ قبائل کو مدد کے لئے پیغام بھیجے۔ عرب قبائل نے مدد کا نہایت جرأتمندانہ جواب دیا۔ بنو غسان اور بنو کلب کے متعدد قبائل مدافعین کی مدد کے لئے قلعے کی شمالی جانب سے جو حصار سے بچا ہوا تھا۔ قلعے میں داخل ہو گئے۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کی حالت اب بہت نازک ہو چکی تھی اور وہ بیقراری سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ عیسائی عرب قبائل کی قیادت جودی بن ربیعہ اور اکیدر بن مالک جیسے تجربہ کار جنگجوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اکیدر نے قبائلی سرداروں کا اجلاس طلب کر کے کہا میں خالد رضی اللہ عنہ کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کوئی آدمی جنگ میں اس سے لڑ کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے صلح کر لی جائے۔ لیکن تمام نے اکیدر کے مشورے کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اکیدر بھاگ کر ایک رات چپکے سے قلعے سے نکل کر اردن کی طرف بھاگ نکلا۔ مگر عین موقع پر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک گشتی دستے کے ہاتھوں جو سیدنا عاصم بن عمرو کے ماتحت تھا گرفتار ہو گیا۔ ایک بار وہ پھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں پابجولاں پیش کیا گیا۔ اکیدر یہ سوچ رہا تھا کہ اس

وقت شاید پرانی شناسائی جان کی امان کا سبب بن جائے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے بلا توقف اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ وہ ایک عہد شکن باغی تھا اور اس کی یہی سزا تھی۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔

اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام فوج کی قیادت سنبھال لی اور مختلف دستوں کو مختلف سپہ داروں کی کمان میں قلعے کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور ایک دستے کو محفوظہ کے طور پر پیچھے رکھا۔ قلعے کی تمام فوج اکیدر کے قتل کے بعد جودی بن ربیعہ کی قیادت میں تھی اس نے دو جیش تیار کئے ایک جیش نے قلعے سے نکل کر سیدنا عیاض کے دستے پر حملہ کیا۔ سیدنا عیاض پر حملہ کرنے والا لشکر اپنے پیچھے سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا اور قلعہ بند ہو گیا۔ مگر جس جیش نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے پر حملہ کیا اس نے دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے میں کوئی حرکت نہیں۔ وہ جرأتمندانہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ مگر مسلمانوں کی طرف سے اچانک بڑی شدت سے حملہ ہوا۔ دشمن جس خوش فہمی میں آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا وہ دھری کی دھری رہ گئی اور انہیں اپنی جانیں بچانے کی پڑ گئی۔ سینکڑوں کھیت رہے اور جو بھاگ نکلے ان کے ہر آدمی کے تعاقب میں ایک مسلمان مجاہد موجود تھا۔ جودی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا۔ قلعے کی فصیل سے جب عیسائی عربوں نے یہ صورت حالات دیکھی تو انہوں نے اس خطرے کے پیش نظر کہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مسلمان مجاہد بھی قلعے میں داخل ہو جائیں گے۔ قلعے کے دروازے بند کر دیئے۔ بھاگتے ہوئے تمام عیسائی مسلمانوں کی تلواروں سے لقمہ اجل بن گئے۔ اب محصور عیسائیوں کو اکیدر کے مشورے کی اہمیت کا احساس ہوا لیکن پانی سر سے گزر چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچ کر انہیں ہتھیار ڈالنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا اب آپ نے جودی کو پابجولاں ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے بعد ان کی نظروں کے سامنے جودی اور دوسرے

گرفتار باغیوں کی گردنیں ماردی گئیں۔ لیکن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی سے مدافعین دومۃ الجندل نے آخر دم تک لڑنے کا عزم پختہ کرلیا۔

کئی روز کے محاصرے کے بعد آپ نے قلعے پر یلغار کا حکم دیا۔ مدافعین نے جی بھر کر مسلمانوں کی یلغار کو روکا۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت اور مسلمان لشکریوں کے جنگ آزمودہ حربوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ چلی۔ اکثر جنگی افراد قتل ہو گئے۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور بچے کھچے جنگی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ اگست ۶۳۳ء کا واقعہ ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ چند روز مقامی انتظامات میں مصروف رہے اس کے بعد سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر حیرا کی طرف روانہ ہو گئے۔ حیرا پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ ایران کے مجوسی از سر نو جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

عراق میں سیدنا خالد سیف اللہ کے آخری چھ معرکے۔ جو آپ کی حربی صلاحیتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اور جن کی مثال دنیا کی حربی تاریخ میں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ یعنی حصید، خنافس، مصیخ، ثنئی، زمیل اور فراض کی فتح۔

جب سیدنا خالد سیف اللہ رض کی عین التمر سے روانگی کی اطلاع دربار فارس میں پہنچی تو وہاں یہ سمجھ لیا گیا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے جیش کے بیشتر حصے کو ہمراہ لے کر واپس مدینہ چلے گئے ہیں۔ ایرانیوں نے اپنے طور پر متعدد معرکوں میں زبردست ہزیمتیں اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مدائن سے باہر نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رض سے کوئی جنگ نہیں لڑی جائے گی۔ مگر اب ان کی باسی کڑھی میں پھر ابال آ گیا۔ بہمن نے از سر نو جنگی تیاریاں شروع کر لیں۔ اس نے مختلف محاذوں کی بھگوڑی فوج کو جمع کیا۔ مدائن میں موجود فوج کا جائزہ لیا۔ نئی بھرتی شروع کی۔ حلیف عرب قبائل کو دعوتی چھٹیاں لکھیں۔ عیسائی عرب پہلے ہی اپنے سردار عقہ کے قتل کی وجہ سے آتش زیر پا تھے۔ چنانچہ انہوں نے بہمن کی ہدایات کے مطابق اپنے فوجی جیش بڑی سرگرمی سے تیار کرنے شروع کر دیئے۔ بہمن ایک جہاندیدہ اور زمانے کے

سرد و گرم چشیدہ فوجی جرنیل تھا۔ اس نے تمام متحدہ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کی قیادت روزبہ کے سپرد کر کے اسے حصید کی طرف اور دوسرے حصے کی قیادت زرمہر کے سپرد کر کے خنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اس کا پلان یہ تھا آخر میں تمام فوجوں کو جمع کر کے یا مسلمانوں کے حملے کا انتظار کیا جائے گا اور یا حیرا کے مقام پر جنگ کی جائے گی۔

عیسائی عربوں ایک گروہ ہذیل بن عمران کی قیادت میں مضیح کے مقام پر اور دوسرا ربیعہ بن جبیرہ کے تحت ثنیّ اور ذمیل کے مقام پر جمع ہو رہا تھا۔

سیدنا قعقاع نے ایرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ان تمام فوجی دستوں کو حیرا کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جو مختلف مقامات پر انتظامی امور کی نگرانی کے لئے متعین تھے۔ سیدنا قعقاع نے دو دستے حصید اور خنافس کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کی نقل و حرکت سے مجھے باخبر رکھیں۔ وہ آگے بڑھنے کی جرأت کریں تو انہیں روکنے کی کوشش کریں۔ اب سیدنا قعقاع خود میدان جنگ میں اترنے کے لیے تیار تھے۔ کہ ستمبر ۶۳۳ء مطابق رجب ۱۲ھ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیرا پہنچ گئے اس وقت حالات یہ تھے کہ دشمن کی چار فوجیں مختلف مقامات پر اپنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں اگر وہ تمام ایک محاذ پر جمع ہو جاتیں تو مسلمانوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیتیں۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی نے ان کے ارادوں کو بھانپ کر انہیں مختلف محاذوں پر ہی گھیر کر ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز سے حیرا میں جمع فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کی قیادت سیدنا قعقاع کے سپرد کی اور دوسرے حصے کی قیادت پر ابولیلیٰ کو مامور فرما کر عین التمر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جہاں وہ خود چند روز بعد ان سے ملنے والے تھے۔

آج کئی فوجی ماہرین سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ان حربی بصیرتوں کو بڑی حیرانی سے دیکھتے ہیں کہ ذرائع رسل و رسائل کی کمی کے باوجود ایک ان دیکھے ملک

ناواقف جغرافیائی ماحول اور دشمن کی طاقت کے صحیح اندازے کے فقدان
کے باوجود انہوں نے یہ کارہائے نمایاں کس طرح انجام دیئے۔ تاریخ عالم
اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حیرا کی چھاؤنی میں مختصر سی فوج سیدنا عیاض بن غنم کی قیادت میں چھوڑ کر تمام مسلم فوج حیرا میں جمع کر کے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر جیش میں پانچ ہزار مجاہد تھے۔ سیدنا قعقاع کو حصید اور سیدنا ابو لیلیٰ کو خنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ وہاں مقیم فارسی فوجوں کو نیست و نابود کر دیں۔ سیدنا قعقاع حصید کے قریب پہنچے تو روزبہ نے خنافس کے فوجی سپہ سالار زرمہر کو مدد کے لئے پیغام بھیجا۔ مگر زرمہر نے بہمن کی اجازت کے بغیر فوج تو نہ بھیجی البتہ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے خود پہنچ گیا۔ وہاں اس وقت میدانِ جنگ گرم تھا۔ اور وہ جنگ میں شامل ہو گیا۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۳ء میں لڑی گئی۔ روزبہ، سیدنا قعقاع کے ہاتھوں قتل ہو گیا زرمہر مبازرت طلب کرتا ہوا میدان جنگ میں پہنچا اور وہ بھی ایک مسلمان افسر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ فارسی فوج نے اپنے دو سالاروں کے قتل کے باوجود بڑی جرأت سے جنگ جاری رکھی مگر آخر مسلمانوں کے ہاتھوں بُری طرح شکست کھائی۔ اپنی بے شمار لاشیں چھوڑ کر بچی کھچی فوج خنافس پہنچ گئی اور مہبوذان نامی ایک سپہ سالار کی فوج میں شامل ہو گئی۔ ایک سمجھدار سپہ سالار کی حیثیت سے مہبوذان حصید کی شکست سے سبق لے کر اپنی فوج کو لے کر مضیح کی طرف روانہ ہو گیا۔ سیدنا ابو لیلیٰ جب وہاں پہنچے تو ہو کا عالم تھا انہوں نے خنافس پر قبضہ کر لیا۔ اور تمام حالات سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔

مضیح میں تمام عرب قبائل عمران کی قیادت میں لڑائی کے لئے تیار تھے۔ اب مہبوذان بھی وہاں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بدستور خبریں پہنچ رہی تھیں اب ان کے سامنے تین صورتیں تھیں۔

مدائن پر حملہ جہاں کوئی فارسی فوج موجود نہ تھی۔

مضیح پر حملہ جہاں شہنشاہی افواج کا بڑا اجتماع تھا۔
ثنی اور ذمیل پر حملہ جہاں عیسائی عربوں نے اپنی فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔
ایسے مواقع پر بڑے بڑے جہاندیدہ جرنیل بھی کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے میں غلطی کر جاتے ہیں مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے حربی اقدام میں ایک وہبی ملکہ کے حامل تھے وہ فوراً اس فیصلہ پر پہنچ گئے کہ ایران کی شہنشاہی افواج کے بڑے مجمع سے نمٹا جائے۔ ان کے فوجی جاسوس اس عرصہ میں مضیح کے محل وقوع، دشمن فوج کی تعداد، ان کے پڑاؤ کی کیفیت سے انہیں صحیح معلومات بہم پہنچا چکے تھے۔ آپ نے اس جنگ کے لئے ایک ایسی چال چلی جس کی مثال حربی تاریخ میں ملنی محال ہے۔ یعنی اپنے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر کے تین سمتوں سے بیک وقت رات کے اندھیرے میں حملہ کیا جائے۔
سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس میں فائدہ کی نسبت نقصان کا زیادہ امکان تھا۔ ایک ان دیکھے لشکر پر اندھیری رات میں چاروں طرف سے حملے میں جو خطرات پوشیدہ تھے ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے یہ جرأتمندانہ اقدام صرف سیدنا خالد سیف اللہ کا حربی شہکار تھا۔ اندھیری رات میں حملے کی صورت میں دوست دشمن کی تمیز اور چاروں طرف سے حملے کی صورت میں مزید اسبات کا خطرہ کہ اپنی ہی سپاہ کو نہ کاٹ کر رکھ دے۔ اور پھر ان مسلمان فوجیوں کی اطاعت امیر اور اپنے سپہ سالار اعظم کی جنگی بصیرت اور اس اقدام پہ بھرپور اعتماد، سننے اور کتابوں میں مرقوم الفاظ سے بالکل ماوراء ہے۔ آپؓ کے احکام کے مطابق تینوں جیوش مختلف راستوں سے آگے پھر ایک مقام پہ جمع ہوئے اور پھر الگ ہو کر اپنے اپنے ہدف کی طرف اس طرح بڑھے کہ دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج ہدایات کے مطابق نہایت نظم وضبط اور نچے تلے انداز میں بڑی کٹھن آزمائش سے گزرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ فارسی اور عرب عیسائی خواب خرگوش میں مست پڑے تھے کہ چاروں طرف سے ان پر تلواریں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ان پر افراتفری اور بدحواسی کی کیفیت طاری ہو گئی جب

ایک طرف کی فارسی فوج بدحواس ہوکر دوسری طرف بھاگی تو اس طرف کی عیسائی فوج سے ٹکرا گئی۔ ہزاروں کھیت رہے۔ اور ہزاروں رات کی تاریکی میں اندھا دھند بھاگ نکلے جب سورج طلوع ہوا تو مضیح کا میدان جنگ لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور ایک متنفس بھی وہاں زندہ موجود نہ تھا۔ فارسی سپہ سالار مہبوذان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ عربی سپہ سالار ہذیل بن عمران جان بچا کر بھاگ نکلا اور ذمیل کے مقام پر خیمہ زن عرب فوج سے جا ملا مضیح کے مقام پر دو مسلمان بھی عیسائی عربوں کے ساتھ مسلمان فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ خبر جب مدینہ میں پہنچی تو سیدنا فاروق اعظم رضؓ نے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی پرزور الفاظ میں مذمت کی۔ لیکن خلیفہء رسولؐ نے فرمایا جو مسلمان کفار کا ساتھ دیتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے" اور آپؓ نے ان کے ورثاء کو خون بہا ادا کرنے کا حکم فرمایا اور یہ تاریخی الفاظ دوہرائے۔

"میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈالوں گا جسے اللہ نے کفار کے خلاف بے نیام کیا ہے"

مضیح کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے اپنے قریب ترین دشمن کے اڈے ثنی کی طرف کوچ کیا"

یہاں بھی آپ نے مضیح پر حملہ کرنے کا انداز اپنایا۔ نومبر ۶۳۳ء مطابق رمضان ۱۲ھ وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس دفعہ بہت کم تعداد میں دشمن زندہ بچا۔ عرب سالار ربیعہ بن بجیر بھی مارا گیا قیدیوں میں اس کی خوبصورت بیٹی بھی شامل تھی۔ جسے دوسرے قیدی عورتوں اور مردوں کے ساتھ مدینے بھیج دیا گیا۔ بجیر کی خوبصورت بیٹی سیدنا علی رضؓ کو دی گئی جس سے آپؓ نے شادی کر دی۔ یہ ایک بڑی حیران کن بات ہے کہ ان تمام فتوحات میں سیدنا علی رضؓ کا نام نہیں ملتا۔ البتہ مال غنیمت سے وہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنا حصہ وصول کرتے رہے۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی فتح کا ایک نشان بن گیا تھا۔ وہ اب اپنی جنگی چالیں ایسی سہولت سے چل رہے تھے جس طرح کوئی ماہر شطرنج باز شطرنج کی بساط پہ مہروں کی چالیں چل رہا

ہو۔ ثنیؒ کی فتح کے دو دن بعد انہوں نے ذمیل کا بھی وہی حشر کیا۔ اب عیسائی عربوں کا گویا خاتمہ ہو چکا تھا۔

مہینہ بھر میں ایرانی شہنشاہی کی افواج کو جنہیں عیسائی عربوں کی بھرپور عملی اعانت حاصل تھی۔ شکست فاش دے کر اگر وہ اب چاہتے تو اپنی فتوحات کے جشن مناتے مگر انہیں آرام سے بیٹھنا گویا پسند ہی نہیں تھا۔ اور میدان جنگ کی زندگی ان کے لئے ایک تفریح کی زندگی تھی۔ اس کے بعد آپ نے دجلہ و فرات کے درمیانی علاقوں میں اپنے فوجی دستے پھیلا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ جہاں بھی کسی قسم کی بغاوت کے آثار نظر آئیں اس کا سر کچل دو۔ اور ساتھ ہی سختی سے تنبیہ کی کہ مقامی باشندوں سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اس عرصہ میں انہیں معلوم ہوا کہ فراض کے مقام پر دشمن کا اجتماع ہو رہا ہے۔ آپؓ یہ سنتے ہی فراض کی طرف روانہ ہو گئے۔ **فراض** سلطنت ایران اور سلطنت روما کا ایک سرحدی مقام تھا۔ ایرانی اور رومی اس سے پہلے دو بار آپس میں الجھ چکے تھے۔ پہلی جنگ میں ایرانیوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اور دوسری جنگ میں رومیوں کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اب انہوں نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی لگاتار فتوحات کو دیکھ کر آپس میں صلح کر لی۔ فراض میں ایرانیوں اور رومیوں کی فوجیں متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار تھیں شکست خوردہ عیسائی قبائل کی بچی کھچی فوج بھی ان میں آشامل ہوئی۔ اس طرح یہاں دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بلائے ناگہانی کی طرح پہنچ گئے۔ دریائے فرات کے ایک کنارے مسلمان اور دوسرے کنارے کفار کی متحدہ فوج لگاتار چھ ہفتے ایک دوسرے کو گھورتی رہیں۔ آخر ۲۱ جنوری ۶۳۴ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۲ھ ہجری اتحادیوں کی فوج دریا عبور کرنے کے لئے کیمپ سے روانہ ہو پڑی معلوم نہیں کہ سیدنا خالد سیف اللہ کی کسی حربی حکمت عملی سے انہوں نے دریا عبور کرنے کا ارادہ کیا یا اپنی متحدہ طاقت کے گھمنڈ نے انہیں آگے بڑھایا۔ بہرحال ان کے دریا عبور کرتے ہی مسلمانوں کا لشکر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ

پڑا۔ پہلے ہی ہلے میں کچھ قتل ہو گئے کچھ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے اور کچھ جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۳۱ جنوری تک مسلم فوج فراض میں رہی۔ اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ حیرا کی طرف روانہ ہوئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کا حج

حیرا کی طرف روانگی کے وقت مسلم فوج کو تین حصوں میں منقسم کر کے آپ نے کوچ کا حکم دیا ہراول دستے کے بعد مرکزی حصے کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں عقبی دستے میں رہوں گا۔ ہراول دستے کی روانگی کے ساتھ ہی آپ رضؓ اپنے چند قابلِ اعتماد عہدیداروں کو ساتھ لے کر نہایت خفیہ انداز سے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج کے دوران آپ نے اپنے آپ کو اس طرح پوشیدہ رکھا کہ کوئی بھی آپ کو پہچان نہ سکا۔ اور حج سے فارغ ہو کر بسرعت اس طرح اپنے عقبی دستے میں شامل ہو کر حیرا میں داخل ہوئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ رضؓ نے فراض سے مکہ پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا۔ اور انہوں نے اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ کس رفتار سے یہ طویل ترین مسافت بسرعت طے کی۔ صرف عقبی دستے کا سردار ہی اس حقیقت سے واقف تھا۔ مسلم سپاہ نے سیدنا خالد سیف اللہ اور چند دوسرے کمانداروں کے منڈے ہوئے سر دیکھ کر نہایت حیرانگی کا اظہار کیا مگر بات رفت گذشت ہو گئی۔ اس قدر احتیاط کے باوجود خلیفۂ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کو حقیقت حال کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بڑا تہدید آمیز خط لکھا کہ آئندہ لشکر کو اس طرح چھوڑ کر ایسا نہ کرنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ کا جاسوسی نظام بڑا منظم تھا۔ اس کے ساتھ ہی عراق کی مہم ختم ہو گئی۔ جو متعدد جنگوں پر مشتمل تھی۔ قارئین نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لیا ہے کہ آپ رضؓ کس طرح عراق کی جنگوں سے عہدہ برآ ہوئے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران رہے۔ متحاربین کی فوجوں میں بعض اوقات ایک اور چار کی اور بعض اوقات ایک اور تین کی نسبت تھی۔

تین سال بعد قادسیہ میں جو عظیم ترین جنگ لڑی گئی جس میں فارس کی تمام فوج موجود تھی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ اور مسلمان فوج کی تعداد فارسی فوج کا ایک تہائی تھی۔ عراق کی گذشتہ مہمات میں اسلامی فوج کی تعداد اٹھارہ ہزار سے کسی موقع پر نہیں بڑھی اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حلیف عربوں کی فوجی تعداد چالیس اور ستر ہزار کے درمیان رہی ہو گی۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات مسلمان فوجوں کے لئے فتح کا ایک نشان بن چکی تھی۔ آپ کا نام ہی فتح کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ آپ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک تند طوفان کی طرح چھا گئے۔ اور حالات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان مجاہدین کا جانی نقصان بہت ہی کم رہا ہو گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ ان نامور اور فاتح مسلمان سالاروں میں پہلے تھے جنہوں نے دوسرے علاقوں میں پیش قدمی کر کے دنیا کے سیاسی اور مذہبی نقشے کو نئی شکل دی۔

اب انہیں دربار خلافت سے دنیا کی دوسری بڑی سلطنت یعنی روما سے نمٹنے کا حکم ملا۔

ملک شام

آج کے شام اور اس وقت کے شام کے حدود اربعہ میں بڑا فرق ہے۔ اس وقت شام کا علاقہ دو سیاسی صوبوں پر مشتمل تھا۔ اصل شام شمال میں انطاکیہ اور حلب سے شروع ہو کر بحیرہ مردار کے آخر تک پھیلا ہوا تھا۔ بحیرہ مردار کے جنوب مغرب میں فلسطین کا صوبہ واقع تھا۔ جو دنیا کے تین بڑے مذاہب کے مقدس مقام بیت المقدس کی وجہ سے اس وقت کی تمام معلوم دنیا کا مذہبی مرکز تھا۔ بیت المقدس دنیا بھر کے متمول اور متمدن ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ عرب اردن بھی شام میں واقع تھا۔ یہ سب خطہ بزنطینی مملکت کا ایک حصہ تھا۔ شام پر چڑھائی کرنے کا مقصد براہ راست روم کی متمدن ترین طاقتور حکومت سے ٹکر لینے کے مترادف تھا۔ شام کے بڑے شہر حلب، حمص اور دمشق تھے۔ اور شام کی بندرگاہوں، انطاکیہ، بیروت

صور، عکہ اور حیفہ میں اس وقت کی معلوم دنیا کے تجارتی جہاز ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ غسان کے صوبے میں معزز شاہی خاندان کا دارالحکومت بصریٰ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے حملے کے وقت یہاں کا حکمران جبلہ بن الایہم تھا۔ وہ ایک طویل قامت جنگجو سالار تھا سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے عراق سے شام پہنچنے سے پہلے خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا خالد بن سعید رضہ اموی کو ۱۳ھ کے شروع میں مدینہ سے شمال میں تیما کے مقام پر معمولی سا فوجی دستہ دے کر دیکھ بھال کے لئے متعین کیا تھا۔ مگر سیدنا خالد بن سعید نے تیما سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ رسول ؐ نے آگے بڑھنے کی اجازت تو دے دی مگر ساتھ ہی اس بات سے متنبہ کیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بازگشت یا پسپائی کے موقع پر واپس سرزمین عرب میں نہ پہنچ سکیں۔ مگر سیدنا خالد بن سعید رضہ آگے بڑھ کر مشہور عیسائی سپہ سالار باہان سے ٹکرا گئے۔

باہان ایک تجربہ کار ماہر حرب سالار تھا۔ اس نے مسلمانوں کی مختصر سی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی سے سیدنا عکرمہ رضہ بھی اس لشکر میں موجود تھے وہ اپنی جنگی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمان فوجیوں کو رومیوں کے نرغے سے نکال لانے میں کامیاب ہو گئے۔ سیدنا خالد بن سعید رضہ پر سیدنا صدیق اکبر رضہ سخت ناراض ہوئے۔ بصد مشکل انہیں دوبارہ مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے کی اجازت ملی اور وہ شریک جنگ ہو کر مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ اب ان حالات میں شام پر چڑھائی نے ناگزیر صورت اختیار کر لی فروری ۶۳۴ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضہ نے فتح شام کے لئے فوجی بھرتی کا اعلان کیا۔ دھڑا دھڑ لوگ بھرتی ہونے کیلئے مدینہ پہنچنے لگے۔ عراق میں سیدنا خالد سیف اللہ رضہ اب اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے مارچ ۶۳۴ء میں خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضہ نے سات سات ہزار کے چار جیوش تیار کئے۔ اور ان کے ہدف متعین کر کے انہیں مناسب ہدایات کے ساتھ مدینہ سے رخصت کیا۔

۱:۔ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کو حکم دیا کہ ایلہ اور عربہ سے گزرتے ہوئے فلسطین پہنچیں۔

۲:۔ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضؓ کو تبوک کے راستے دمشق پہنچنے کا حکم ملا۔

۳:۔ سیدنا شرجیل بن حسنہ رضؓ کو سیدنا یزید رضؓ کے پیچھے رہتے ہوئے اردن کی طرف بڑھنا تھا۔ سیدنا شرجیل عراق کے معرکوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑ چکے تھے۔ وہ قاصد کے طور پر مدینہ آئے تو خلیفہ رسولؐ نے انہیں ایک جیش دے کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

۴:۔ امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح کو حکم ملا کہ سیدنا شرجیل رضؓ کے پیچھے پیچھے تبوک کے راستے حمص کی طرف بڑھیں۔

سیدنا یزید بن ابی سفیان کی پیشقدمی

سب سے پہلے سیدنا یزیدؓ بن سیدنا ابی سفیان رضؓ کا لشکر روانہ ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضؓ چند میل اس جیش کو رخصت کرنے کیلئے مدینہ سے نکلے۔ اور سیدنا یزید رضؓ کو مناسب ہدایات دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق کار تھا کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اسے مناسب ہدایات فرماتے۔ سیدنا یزید رضؓ تبوک جانے والی بڑی سڑک پر بڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوئے ان کے بعد سیدنا شرجیل رضؓ کا جیش اور ان کے بعد امین الامت سیدنا ابوعبیدہ کا جیش روانہ ہوا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایلہ کی طرف رُخ کیا۔

سیدنا یزید رضؓ وادی عربہ میں اور سیدنا عمرو بن العاص رضؓ تبوک میں بیک وقت پہنچے۔ دونوں جیش اکٹھے ہو گئے اور رومی لشکر سے ٹکرا گئے جو تعداد میں ان کے برابر تھا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو بھگا دیا اور بھاگتے عیسائیوں کا سیدنا یزید رضؓ کے ایک دستے نے تعاقب جاری رکھا اور انہیں غزّہ کے قریب شکست فاش دی۔

سیدنا شرحبیل رضؓ اور سیدنا ابو عبیدہ رضؓ بدستور شمال کی طرف بڑھ رہے تھے کہ سیدنا یزید رضؓ بھی عقب سے آکر ان سے مل گئے۔ مئی کے آغاز میں سیدنا شرحبیل رضؓ اور سیدنا ابو عبیدہ بصریٰ اور جابیہ کے درمیانی علاقے میں پہنچ گئے۔

ان چاروں اسلامی جیوش کی نقل و حرکت اور دشمن سے چھوٹی موٹی جھڑپوں کے واقعات کے متعلق تاریخی روایات میں کئی قسم کے تضادات کی وجہ سے صحیح صورت حالات کا بیان کرنا تقریباً تقریباً مشکل ہے۔ المختصر یہ کہ رومی شہنشاہ ہرقل اس وقت عظیم لشکر لئے حمص میں موجود تھا۔ سیدنا خالد بن سعید رضؓ کی شکست کی خبر سن کر وہ بڑا خوش تھا۔ اس نے اپنے کثیر التعداد فوجی دستوں کو اجنادین کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے چاروں جیوش مقامی جاسوسوں کے ذریعے ایک مربوط رابطہ قائم کر چکے تھے۔ انہیں اپنے جاسوسوں کے ذریعے جابیہ کے مقام پر دشمن کے اجتماع کی خبر ملی۔

مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کی فوج ایک لاکھ سے کم نہیں۔ اب مسلمانوں کے لئے ہر طرف سے مشکلات امنڈھ کر آرہی تھیں۔ یا تو وہ سر بکف ایک لاکھ ٹڈی دل سے ٹکرا جاتے اور یا تیزی سے عرب کی جانب پسپا ہو جاتے۔ خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے پسپائی کی صورت کو بڑی سختی سے مسترد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ چاروں جیش سیدنا ابو عبیدہ جراح کی قیادت کے نیچے جمع ہو جائیں۔

خلیفہ رسول ؐ سیدنا صدیق اکبر رضؓ نے اپنی خلافت کے مختصر ترین دور میں جس استقلال، پامردی، جرأت کا ثبوت دیا وہ مورخین کے احاطہ تصور سے بھی ماورا ہے مجھے اس مقام پر اپنی زندگی کا ایک انمٹ واقعہ یاد آجاتا ہے بت ۱۳۹۷ھ کے عید الاضحیٰ کے موقع پر انگلینڈ سے ایک پروفیسر میرے پاس آیا۔ میرے پاس اس کا قیام دو ہفتے سے زیادہ رہا ایک دن دوران گفتگو میں نے اس سے پوچھا کہ اسلام کی صداقت کی سب سے اہم ترین بات تمہیں کون سی نظر آئی ہے۔ اس نے بلا توقف

کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا جس دور اندیشی اور فراست پر مبنی ہے وہ کسی غیر نبی کا کام نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سینکڑوں جلیل القدر شمشیر زن جنگجو اور بہادر سپہ سالار موجود تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس امر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانشینی کی طرف راغب کیا وہ صرف فراست نبوت سے ایسا حکم دے سکتے تھے اور آگے چل کر زمانے نے دیکھ لیا کہ چند افراد کے علاوہ سوائے مہاجرین و انصار کے تمام اسلامی صوبے ارتداد کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ اور مزید برآں یہ کہ ایران اور روم کی عظیم سلطنتیں اپنے اپنے طور پر اسلام کے خلاف منصوبوں میں مصروف تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فراست نبوت کا ایک عظیم شہکار تھے۔ جنہوں نے ایک طرح سے گویا از سر نو صداقت اسلام کا پھریرا اڑاتے ہوئے اس دانشمندانہ حربی بصیرت سے مٹھی بھر مسلمانوں سے وہ کام لیا جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

مجھے اس انگریز پروفیسر کے تاریخی کلام سے سخت حیرانی ہوئی کہ ہم مسلمان کہلاتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی للہیت، سخاوت، فیاضی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثارانہ خدمات، عبادات، ورع، تقوےٰ اور رقت قلب جیسے فضائل و مناقب سے واقف ہیں مگر اس انگریز نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے اس پوشیدہ گوشے کی کتنی گہرائی و گیرائی سے نقاب کشائی کی ہے۔

غرضیکہ شام کے ان حالات میں خلیفۂ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جو اس وقت عراق کی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے کہ بلا توقف کم سے کم وقت میں چھوٹے سے چھوٹا راستہ اختیار کر کے شام پہنچو

انسان شناسی کی انتہا!

نو ہزار فوج کے ہمراہ ایک بے مثال خطرناک ترین سفر

مئی ۶۳۴ء کے آخر میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر رضہ کا حکم پہنچا۔ آپ نے خط کھول کر پڑھا۔ مرقوم تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عتیق بن ابو قحافہ رضہ کی طرف سے خالد بن ولید رضہ کے نام

السلام علیکم! میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور صلوٰت بھیجتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں حیرہ سے رخصت ہو کر شام میں اس مقام پر پہنچو جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہے اور جہاں وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔.........

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہاں تک خط پڑھنے کے بعد رک گئے انہیں اس بات کا خدشہ محسوس ہوا کہ شاید میرے عہدے میں کمی کر کے مجھے کسی دوسرے قائد کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ شاید عراقی فتوحات کی وجہ سے کسی نے میرے خلاف خلیفہ رسولؐ کو اکسایا ہو۔ مگر جب انہوں نے باقی خط پڑھا تو یہ خدشہ دور ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا۔ میں تمہیں تمام اسلامی افواج کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تمہارے ماتحت ہوں گے۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے ساتھ لے جاؤ عراق کا انتظام مثنیٰؓ کے حوالے کر دو۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ مگر تمام اصحابؓ رسولؐ اپنی فوج میں شامل کر لئے۔ سیدنا مثنیٰ نے کہا فوج کی تقسیم نصف نصف آپؓ نے صحیح کی مگر تمام صحابہ کرام رضہ کو آپؓ نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ آپ اپنے لشکر میں نصف صحابہؓ کو شامل کریں اور نصف میرے لشکر میں چھوڑ دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا مثنیٰؓ کا یہ دعویٰ حق بجانب نظر آیا۔ اور انہوں نے از سر نو لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔

یہ روایت ایک حد تک تواتر کا درجہ رکھتی ہے کہ مسلمان مجاہدین پر ایک ایسا وقت آئے گا جب دشمنوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہوگی اس حال میں وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ آیا ہمارے لشکر میں کوئی صحابیؓ رسولؐ ہے؟ جب انہیں ہاں میں جواب ملے گا تو یہ کہتے ہوئے بے خطر دشمن سے ٹکرا جائیں گے کہ رسول اللہؐ کے صحابی رضؓ کی موجودگی میں ہم انشاء اللہ ضرور فتح سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے کسی صحابی کی زیارت کی ہو؟ تو جب جواب اسبات میں ملے گا تو وہ دشمن پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہو جائیں گے کہ جس لشکر میں ایسا شخص موجود ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا شرف صحبت حاصل رہا ہو وہ ناکام نہیں رہ سکتا۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی اپنے آپ کو شمار کرائیں گے جن کا وردِ زبان ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضؓ کی عیب جوئی بلکہ ان کی ذواتِ قدسیہ پر دشنام طرازی ہو گا۔

ایسی ہی کیفیات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے تھیں کہ انہوں نے تمام صحابہ کرام کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ مگر سیدنا مثنیٰؓ بھی ایسی ہی قوتِ ایمانی کے پیکر تھے وہ کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات قدسیہ کے فیضان سے محروم ہو سکتے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پوری سرعت سے شام پہنچکر لشکر اسلام کی قیادت سنبھالنی تھی مگر عراق سے شام پہنچنے کے راستوں سے وہ واقف نہیں تھے۔ آپ رضؓ نے جنگی مشورت بلائی اور تمام صورت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ اور فرمایا ہم کسی ایسے راستے سے شام میں داخل ہونا چاہتے ہیں کہ کسی مقام پر رومیوں سے مٹھ بھیڑ نہ ہو۔ اور راستہ بھی مختصر ہو۔ سب نے جواب دیا ہم کسی ایسے راستے سے واقف نہیں۔ اگر کسی راستے سے چند ایک مسافروں کا گزر ممکن بھی ہو تو مئی جون کے مہینوں میں جب صحرائے کرۂ نار بن جاتے ایک بڑے لشکر کے ساتھ گزرنا ناممکن ہے آپ کے لشکر میں رافع بن عمیرہ نامی ایک مشہور جنگجو موجود تھے۔ انہوں نے کہا میں ایک ایسے راستے سے واقف ہوں جو مختصر ضرور ہے مگر صحرا کی ایک ایسی پٹی سے گزرنا

پڑتا ہے جو ایک لق ودق صحرا سے گذرتا ہے۔ ایک سو بیس میل کا سفر طے کرنے کے بعد ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اور ایک سو بیس میل کا سفر ایک عظیم فوجی لشکر جس میں اونٹ اور گھوڑوں کی لمبی لمبی قطاریں ہو چھ دن سے کم عرصے میں طے نہیں ہو سکتا عراق کا آخری آباد مقام قراقر ہے اور صحرا، عبور کرنے کے بعد شام کا پہلا آباد مقام سوی ہے۔ البتہ پانچ دن کے سفر کے بعد پانی کا ایک چشمہ ہے۔ دار کونسل میں شامل تمام ممبروں نے اس راستہ پر سفر کرنے کی مخالفت کی۔ آج کی کتابی زبان میں یہ باتیں ہم ایک واقعہ کے طور پر پڑھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں مگر عملاً ایسا کرنا ایک انسان کی ہمت، جرأت اور اولوالعزمی کا انمٹ نقش ہے۔ جون کا مہینہ جس میں صحرا تپ کر کرہ نار بن جاتا ہو۔ راستہ معدوم ہو اور صرف دلیل راہ پر بھروسہ ہو۔ صحرا کی ریت کی چمک سے آنکھیں کھلتی ہوں سفر کرنے کا ارادہ کر لینا ایک مافوق الفطرت کارنامہ ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے سامنے یہ تمام مشکلات مجسم شکل میں موجود تھیں۔ مگر خلیفہ رسولؐ کا حکم کہ بسرعت شام میں مقیم مسلمانوں کی مدد کو پہنچو۔ انہیں بے چین کئے ہوئے تھا۔ انہوں نے اراکین مجلس کو مخاطب کر کے نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا ہم اسی راستہ کو اختیار کریں گے۔ سالار لشکر حکم دیتا ہے اور نو ہزار کے لشکر میں سے ایک بھی اس حکم پر اعتراض نہیں کرتا۔ وہ لوگ اطاعت امیر کی عظیم مثال تھے۔ اسی لئے وہ بگولے کی طرح عرب و عجم پر چھا گئے۔"

تصورات اور تخیلات کی دنیا میں فردوسی کی تخلیق رستم و اسفندیار کے ہفتخوان دیو مالائی دنیا میں کرشن کا سدرشن چکر اور رام کے لنکا پر حملے کے وقت ہنومان نامی بندر کا سنجیونی بوٹی والا پہاڑ ہمالہ سے اٹھا کر لنکا پہنچانا بڑی ہوشربا داستانیں ہیں ان داستانوں کو سن کر مسلمان کہاں خاموش رہ سکتے تھے ان کے ایک گروہ نے بحار الانوار قسم کی کتب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پنگھوڑے میں اتنے عظیم اژدہا کے جبڑے چیرتے ہوئے دکھایا جسے بصد مشکل دو صد آدمیوں نے اٹھا کر باہر پھینکا اور آپؓ کی ذات اقدس سے اس قسم کی داستانیں منسوب کیں کہ آپؓ نے ایک کنویں میں داخل ہو کر کئی لاکھ جنوں کو قتل کیا۔ خوش عقیدگی کی بنا پر ایسی داستانوں

کی تخلیق سے کسی ایک گروہ کی قلبی مسرت کا سامان بہم پہنچانا الگ بات ہے مگر عملی دنیا میں کسی نہ ہونے والے کام کو سرانجام دینا الگ بات ہے۔

واقعات ہیں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سفر از عراق تا شام کے بظاہر یہ ایک صحرائی سفر ہے۔ مگر نو ہزار کا مسلح لشکر لے کر اس صحرا کے عبور کے لئے چل نکلنا اور وہ بھی جون کے گرم ترین ایام میں الامان والحفیظ۔ یہ ان مسلمانوں کے عزم و استقلال، صبر و استقامت، ہمت و جرأت اور تہور و شجاعت کی لازوال داستان ہے۔

اگلے روز اس سفر کا آغاز ہونے والا تھا کہ سیدنا رافع عجیب کشمکش کی حالت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور کہا یا امیر! آپ اتنی بڑی فوج کو لے کر صحرا میں سفر نہیں کر سکتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا رافع! تیرا بُرا ہو اگر مجھے کسی دوسرے راستے کا علم ہوتا تو میں ضرور اسے اختیار کرتا۔ تمہیں معلوم نہیں شام میں مسلمان فوج کن مشکلات میں گھری ہوئی ہے اب تم ضرور میرے حکم کی تعمیل کرو۔ آپ ﷺ کا نام لیکر قراقر کے مقام سے صحرا میں داخل ہو گئے پہلے روز ہی سورج کی تپش نے صحرا کو کرّہ نار بنا دیا۔ لُو کے بگولے، چمکتی ہوئی ریت نے دماغ اور آنکھوں پر شدید اثر کیا۔ کوئی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتا تھا۔ تمام لشکر صرف پانی اور اس جہنم زار میں پیاسے مرجانے کی ہولناکیوں کے تصور میں گم تھا۔ وہ یہ سوچ کر کانپ کانپ جاتے تھے کہ اگر خدانخواستہ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ بھول گئے یا ریت کی چمک سے اپنی آنکھوں سے معذور ہو گئے تو کیا ہوگا۔ رات آئی اور سپاہ نے حسب حسب معمول پڑاؤ کیا۔ مگر آنکھیں نیند سے خالی تھیں اور عجب اذیت کے عالم میں رات بسر ہوئی دوسرا تمام دن سورج کی آتش فشانی اور تپتی ہوئی ریت پر سفر جاری رہا۔ رات آئی مگر پہلی رات سے بھی ہولناک۔ اکثر سپاہیوں کے مشکیزے پانی سے خالی ہو گئے تھے اور ان کی زبانیں خشک ہو کر چمڑا بن گئی تھیں یا سوج گئی تھیں اب ان سب کی زبانوں پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے مقدس کلمات تھے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس ہولناک سفر سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے ہزاروں اونٹوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا تھا اوران کے منہ باندھ دیئے تھے مگر یہ سب خرافاتی داستانیں ہیں۔ تجربۃً اونٹ کے پیٹ میں پانی کا ذخیرہ ہونا غلط ثابت ہوچکا ہے۔ اونٹوں کو پانی پلاکر ساتھ رکھنے کی نسبت ان پر پانی کی پکھالیں لاد کر چلنا آسان کام ہے۔ اسی قسم کی واہی روایات سلطان محمود غزنوی کے سومنات پر حملہ کے وقت چولستان اور صحرائے راجپوتانہ سے گزرنے کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ بعض مورخین کی دماغی اختراع ہیں۔

اب تیسری شب کی آمد آمد تھی۔ یہ شب پہلی دو راتوں کی نسبت زیادہ بے چینی، اضطراب اور واہمہ لئے ہوئے نازل ہوئی۔ ہر شخص کے دل میں رہ رہ کر مختلف قسم کے خیالات آتے تھے اگر رافع راستہ بھول گئے تو۔۔۔ اگر رافع چشمہ کے مقام سے آگے بڑھ گئے تو۔۔۔ اگر چشمے تک پہنچنے سے پہلے حواس کھو بیٹھے تو کیا ہوگا۔ یہ رات بھی ختم ہوگئی اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے فریضہ صبح کی ادائیگی کے بعد قافلہ چل نکلا یہ چوتھا روز تھا۔ مسلمان اپنے بچے کھچے پانی سے ہمراہیوں کے ہونٹ ترکر رہے تھے۔ قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔ پاؤں گھسٹ رہے ہیں۔ مگر زبانوں پر تسبیح وتحمید کے کلمات جاری ہیں۔ اللہ اللہ کر کے چوتھا دن بھی ختم ہوا اور چوتھی رات بے سروسامانی گھبراہٹ اور یاس و ناامیدی کے دیو لئے آنازل ہوئی آج انسان کے تخیل کی پرواز بھی ان سربلند غازیوں اور مجاہدوں کی سرفروشی کے جذبات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ لیجئے اب پانچویں صبح طلوع ہورہی ہے۔ اور سیدنا رافع رضؓ کے کہنے کے مطابق چشمہ ملنے کی امید ہے مگر یہ وسوسے اور واہمے بدستور دامنگیر ہیں کہ اس حدنگاہ سے پرے دور تک پھیلے ہوئے آتش فشاں صحرا میں چشمے کا نشان بھی مل سکے گا یا نہیں۔ اب ستم بربالائے ستم یہ کہ اکثر مجاہدین کی آنکھیں صحرا کی چمکتی ہوئی ریت کی وجہ سے دیکھنے کی طاقت سے محروم ہوتی جارہی ہیں اور سب سے بڑھ کر سیدنا رافع کی آنکھوں پر حملہ ہوا ہے۔ اور وہ دیکھنے کی قوت سے محروم

ہو چکے ہیں جس جس کے کان میں سیدنا رافع رض کی آنکھوں کی معذوری کا ذکر پہنچا وہ اپنے مقام پر ٹھٹھک کر رہ گیا۔ مگر رحیم و کریم رب کی رحمت جوش میں آئی۔ اور سیدنا رافع نے چلا کر کہا کہ یہاں کہیں اس قسم کے دو ٹیلے تلاش کرو جن کی شکلیں عورتوں کے پستانوں کی طرح ہیں مجاہد ٹیلوں کی تلاش میں بکھر گئے" اور آخر ٹیلے مل گئے۔ سیدنا رافع نے کہا ان کے درمیان میں ایک جھاڑی کو تلاش کرو۔ مگر بسیار کوشش کے باوجود جھاڑی تو نہ ملی البتہ کسی پرانی جھاڑی کا ایک ٹھنڈ ملا آپ نے فرمایا اس کے نیچے زمین کھودو۔ اللہ کی شان کہ چند بیلچے مارتے ہی پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجاہدوں کی زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ پیاسوں نے پانی پیا۔ جانوروں کو پلایا اور بعض مجاہد پانی کی پکھالیں بھر کر پیچھے کی طرف بھاگے تاکہ پیاس سے نڈھال پیچھے رہ جانے والوں کو پانی پلائیں۔ اس کے بعد صرف ایک دن کا سفر باقی رہ گیا تھا۔ منزل مقصود پہ پہنچ کر سیدنا رافع رض نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے سپہ سالار! آج سے تیس سال پہلے میں اپنے والد کے ہمراہ اس راستے اس لق و دق صحرا سے گزرا تھا۔ اللہ کا شکر کہ میرے حافظے نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا ساتھ دیا اللہ کی شان کہ پورا لشکر صحیح سلامت صحرا سے بچ نکلا۔ اب ان مجاہدین اسلام کی شان ملاحظہ ہو جن پہ پانچ روزہ سفر کی صعوبات نے کسی بہت بڑی جنگ سے بڑھ کر مکمل تباہی کے کنارے پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے ایک دن آرام کرنا بھی اپنے اوپر حرام سمجھا۔ بلکہ اپنے گھوڑوں سے بھی آرام کرنے کی ضرورت کا احساس نہ ہونے دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگایا۔ مجاہدین اسلام اپنے سالار کو دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ اور گذشتہ خطرناک سفر کی تمام تلخ یادیں محو ہو گئیں۔

دوسرے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی زرہ زیب بر کر کے مہم شام کا آغاز کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایک سرخ ٹوپی پہنے رہتے تھے۔ جس میں

چند سیاہ دھاریاں نظر آتی تھیں آپ کی نظر میں یہ تمام ہتھیاروں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی بلکہ آپ اس ٹوپی کو اپنی فتح کا نشان سمجھتے تھے۔ اس ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک سلے ہوئے تھے۔ اس روز آپؓ نے بڑے اہتمام سے اس ٹوپی پر سرخ عمامہ باندھا۔ اور اپنے ہاتھ میں وہ سیاہ علم لیا جو عقاب کے نام سے مشہور تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ آپؓ کے ہمراہ نو ہزار تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لشکر تھا۔ جن میں آپ کے فرزند سیدنا عبدالرحمٰن خلیفہ رسول ﷺ سیدنا صدیق اکبرؓ کے بیٹے سیدنا عبدالرحمٰن، سیدنا رافع بن عمیرؓ جو گزشتہ خطرناک صحرائی سفر میں دلیل راہ تھے سیدنا قعقاع بن عمروؓ جو ایک پورے لشکر کے ہم پلہ تھا۔ سیدنا ضرار بن الازورؓ جو اپنی طاقت اور جنگی مہارت میں بے مثل تھے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی شامل تھے۔ سہ پہر کے قریب یہ لشکر سوٰی کے قریب پہنچ گیا۔ سوٰی شام کی پہلی سرحدی بستی تھی۔ اس بستی کا مضافاتی علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ جو بھیڑوں کے ریوڑ اور مویشیوں کے گلوں سے بھرا پڑا تھا۔ آپؓ کے حکم سے تمام جانور آپؓ کے لشکر نے جمع کر لئے۔

ارک کی فتح

اگلے روز مسلمانوں کا لشکر ارک پہنچا۔ وہاں ایک معمر عالم رہتا تھا جو اپنی دوراندیشی اور عقلمندی کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ جب اسے مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے لوگوں سے دریافت کیا۔ کیا اس فوج کا علم سیاہ رنگ کا ہے؟ کیا اس فوج کا سالار ایک دراز قد گھنی داڑھی اور چوڑے شانوں والا آدمی ہے جس کے چہرے پر چند چیچک کے داغ بھی ہیں جب مخبروں نے ان سب باتوں کی تصدیق کی تو اس نے کہا ان سے ذرا سنبھل کو جنگ کرنا چنانچہ محافظ فوج کے رومی سردار نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ شرائط پر صلح کر لی۔

سخنہ اور قدمہ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تین دستے ترتیب دیئے ایک دستہ سخنہ کی طرف اور دوسرا قدمہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے

باشندوں نے خندہ پیشانی سے مسلمانوں کا استقبال کیا اور ان کی تمام شرائط تسلیم کرلیں۔

تدمر انہیں سیدنا ابوعبیدہ الجراحؓ کی طرف بھیجا اور پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک مزید کوئی کارروائی نہ کریں۔ آپؓ خود تدمر (پلمیرا) کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ مگر ان لوگوں نے بھی جزیہ دینا منظور کرلیا۔ اور وہاں کے حاکم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک بہترین گھوڑ تحفتہً دیا۔

قریتین وہاں کے لوگوں نے کچھ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

حوّارین اگلا پڑاؤ حوارین تھا۔ وہاں بھی کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی مگر پہلی جھڑپ میں ہی ختم ہوگئی بے شمار مویشی مسلمانوں کو ملے۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک طویل درّہ عبور کرنا پڑا جو آج کل الثنیہ کے نام سے مشہور ہے وہاں نے اپنے جھنڈا گاڑا اور گھنٹہ بھر آرام کیا۔

مرج راہط الثنیہ سے آگے بڑھے غدرا سے ہوتے ہوئے مرج راہط کے مقام پر پہنچے یہ وہی تاریخی مقام ہے جہاں بعد میں عالم اسلام نے متفقہ طور پر امیر المومنین امیر مروان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی اس وقت اس مقام پر عیسائی اپنے کسی مذہبی تہوار کے جشن میں مگن تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر جوں ہی وہاں پہنچی۔ جشن میں شامل تمام لوگ فوجی صورت میں ہشیار ہوگئے۔ مگر پہلے حملے میں ہی تتر بتر ہوگئے۔

غوطہ اگلی صبح آپؓ نے ایک دستے کو غوطہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی صلح کی پیشکش کی جو قبول کرلی گئی۔

امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے شام میں مسلمان فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے۔ عمر پچاس پچپن سال، قد لمبا، جسم دبلا پتلا اور لچکدار، قدرے خمیدہ چہرے پر وجاہت اور شرافت کا نور، آنکھوں میں فہم و فراست کی جگمگاہٹ مختصری داڑھی خضاب سے رنگین علم و حلم کا پیکر اور دانتوں میں خلا یہ تھے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح شام کی تمام جنگوں میں وہی زرد پرچم آپ کے ہاتھ میں رہا جو غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے۔

ادھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ راستے کی دشواریوں سے نمٹتے آگے بڑھ رہے تھے اور ادھر سیدنا ابوعبیدہ رضہ شام میں اپنے قدم مضبوط کر رہے تھے۔ آپ کے پاس تین جیش تھے۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رضہ کا جیش۔ سیدنا شرجبیل بن حسنہ رضہ کا جیش اور ان کا اپنا جیش۔ حوران پر قبضہ کر چکے تھے اور اب بصریٰ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس بصریٰ کا عراق کے بصرہ سے کوئی تعلق نہیں۔

بصریٰ کی فتح یہ بصریٰ حکومت غسان کا پایہ تخت تھا۔ یہاں عیسائی عربوں اور رومیوں کی ایک بھاری فوج ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سیدنا ابوعبیدہ رض کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بڑھے چلے آرہے ہیں اور انہیں ان کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا تو انہوں نے بصریٰ پر فوراً قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سیدنا شرجبیل رض کو چار ہزار کا جیش دے کر بصریٰ فتح کرنے کیلئے بھیجا بصریٰ کی محافظ فوج کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی وہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مسلمانوں کا ہراول دستہ ہے مگر دو روز تک جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو ان کی فوج قلعہ سے نکل آئی اور دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں رومی سپہ سالار اور سیدنا شرجبیل رضہ

کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے تو سیدنا شرحبیل رضؓ نے اسلام، جزیہ یا جنگ کی شرائط پیش کیں۔ مگر رومیوں نے پہلی دو شرطوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومیوں کی فوج تین گنا زیادہ تھی۔ دوپہر تک مسلمان جم کر لڑتے رہے مگر آخر ان میں کمزوری کے آثار نظر آنے لگے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے کوئی ایک میل کے فاصلے تک پہنچ چکے تھے انہوں نے جس طرف جنگ کا شور و غوغا سنا اس طرف بڑھے اور فوری طور پر میمنہ کی قیادت سیدنا رافع بن عمیر رضؓ، میسرہ کی قیادت سیدنا ضرار بن الازور رضؓ کے سپرد کی اور قلب میں تھوڑی سپاہ آڑ کے طور پر رکھ کر اس کی قیادت سیدنا عبدالرحمٰن رضؓ بن سیدنا صدیق اکبر رضؓ کے سپرد کی۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضؓ نے رومی فوج کے سپہ سالار کو شکست دی تو وہ بھاگ نکلا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خود جنگ میں شامل ہو گئے سیدنا ضرار بن الازور رضؓ نے گرمی کی وجہ سے آزاد بند کے علاوہ تمام کپڑے اتار پھینکے اور بیسیوں کو واصل بجہنم کیا۔ اس نیم برہنہ مجاہد اور غازی کی داستانیں ہفتہ بھر میں تمام شام میں پھیل گئیں۔ رومی ہٹتے ہٹتے قلعہ میں پہنچ گئے۔

دو عظیم انسانوں کی ملاقات

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ محاصرہ کی ہدایات دینے کیلئے پیچھے پلٹے تو اچانک ان کی نظر اس رجلِ عظیم پر پڑی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے امین الامت کا خطاب مرحمت ہو چکا تھا۔ جو شام کی فتوحات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور عظمت حاصل کرنے والا تھا۔ وہ عالم اسلام میں اگرچہ ابو عبیدہ بن الجراح کے نام سے مشہور ہیں مگر ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔

نئے سپہ سالار نے جب پرانے سپہ سالار کو دیکھا تو انہیں کچھ تشویش ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ عظیم انسان اپنی غیر معمولی پرہیز گاری، دینداری،

تقدس اور حسن اخلاق کی وجہ سے مدینہ بھر میں ایک خاص مقام رکھتا تھا ادھر سیدنا ابو عبیدہ جانتے تھے کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنی بے پناہ خوبیوں کی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھے چونکہ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پا پیادہ کھڑے تھے اس لئے سیدنا ابو عبیدہؓ گھوڑے سے اترنے لگے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے پاس پہنچ کر ان سے مصافحہ کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے مختصر سی گفتگو کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ کی سالاری میں ان کے نائب کے طور پر کام کرنے پر اظہار خوشنودی کیا۔ بصریٰ کے محصورین نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ وسط جولائی ۶۳۴ء مطابق جمادی الاول ۱۳ھ کا ہے۔ بصریٰ شام کا پہلا شہر تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا۔ بصریٰ کی ابتدائی دو روزہ جنگ میں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے۔ بصریٰ کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہاں سے خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ اور گذشتہ جھڑپوں میں جو مال غنیمت ملا تھا اس کا پانچواں حصہ خلیفۂ رسولؐ کی خدمت میں بھیجا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے سیدنا شرجیل رضؓ کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ وہ اجنادین کے مقام پر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ انہیں ایک جاسوس نے آکر خبر دی کہ اجنادین کے مقام پر نوے ہزار دشمن کا لشکر جمع ہے۔ اس وقت سیدنا یزید رضؓ دریائے یرموک کے جنوب میں تھے، سیدنا عمرو بن العاصؓ وادی عربہ میں تھے، سیدنا ابو عبیدہ رضؓ اور سیدنا شرجیل کے کچھ دستے حوران کے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام سپہ سالاروں کو لکھا کہ اپنے اپنے جیوش لے کر بلا توقف اجنادین پہنچ جائیں۔ اس مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان سب سے بڑی جنگ ہونے والی تھی۔

جنگ اجنادین

اس وقت تک اسلامی جیوش کی کوئی منظم صورت نہ تھی۔ لباس مختلف، اسلحہ مختلف نقل وحرکت قافلوں کے انداز میں البتہ میدان جنگ میں وہ بنیان مرصوص کی صورت میں ڈھل جاتے تھے۔ کوئی بھی مسلمان فوج میں بھرتی ہو سکتا تھا۔ ان کی سپاہ کے ملبوسات میں غنیمت میں حاصل کی ہوئی رومی اور ایرانی قبائیں اور مختلف انداز کے اسلحہ تھے۔ ان کے جیوش کے مستقل عہدیدار نہ تھے۔ اور نہ ہی کوئی مخصوص نشان قبائل کے بڑے بڑے سردار عام سپاہیوں کی طرح لڑتے تھے اور معمولی قسم کے سپاہی جنہیں کسی جنگ کے وقت کسی دستہ کا کمانڈر مقرر کیا جاتا تھا اس کے ماتحت نہایت جانفشانی سے ہل من مبارز کا نعرہ لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے۔ ان کے مقابلے میں رومیوں کی فوج باقاعدہ پلاٹون، کمپنیوں اور رجمنٹوں کی صورت میں منظم تھی۔ ان کے عہدیدار مستقل تھے۔ اور ان کی نقل وحرکت ایک تنظیمی انداز لئے ہوئے ہوتی تھی۔

ضرورت کے وقت مسلمان سپہ سالار اپنے سواروں کو ایک رسالے کی صورت میں ترتیب دیتا۔ سلسلہ مواصلات اور عقب سے روشن اور رسد کی بہم رسانی کا کوئی مستقل انتظام نہیں تھا اگر کسی موقع پر رسد ختم ہو جاتی تو کھجوروں اور ستوؤں پر گزارہ کیا جاتا مگر رومیوں کو یہ تمام سہولتیں حاصل تھیں۔

البتہ اسلامی لشکر جس طرف حرکت کرتا آگے ہراول دستہ ہوتا۔ جو پیش آمدہ حالات سے فوجی سپہ سالار کو باخبر رکھتا۔ اور ضرورت کے وقت وہی ہراول دستہ دشمن سے ٹکر لینے سے بھی نہ ہچکچاتا۔ اس صورت میں مسلمان فوج نے بصریٰ سے کوچ کیا۔

باوجود انتہائی تفحص کے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس لشکر نے کون سا راستہ اختیار کیا مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیرہ مردار کے شمالی علاقہ سے ان کا گزر ہوا۔ یروشلم کے قریب سے

چپ چاپ یہ لشکر گزر گیا چونکہ وہاں رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی۔
۲۴ جولائی ۶۳۴ء کو یہ لشکر اپنے ہدف پر یعنی اجنادین پہنچ گیا۔ دوسرے روز سیدنا عمرو بن
العاص رضی اللہ عنہ بھی وادیٔ عربہ سے اپنا جیش لے کر پہنچ گئے۔ اس مقام پر مسلمان فوج
کی تعداد بتیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس قدر فوج اس سے پہلے کسی مقام پر جمع نہیں ہوئی
تھی۔ اسلامی فوج کے پڑاؤ سے رومیوں کا فوجی پڑاؤ صرف ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ رومیوں کے
پاس ہزاروں قسم کی گاڑیاں تھیں، انہیں نقل و حرکت میں کافی وقت لگتا تھا۔ رومیوں
کا تمام لشکر وردان حاکم حمص کی زیر قیادت جمع ہو گیا جس کی تعداد نوے ہزار بیان کی جاتی
ہے۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے جس قدر جنگیں لڑیں۔ انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا
تھا کہ خدانخواستہ کوئی اُفتاد آن پڑے تو صحرا میں پناہ لے سکیں۔ مگر اجنادین ایک سرسبز و شاداب
علاقے کے درمیان واقع تھا معلوم ہوتا ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی
قلت اور دشمن کی فوج کی کثرت کے تصور سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ پر پختہ
ایمان تھا کہ ہم ہر صورت میں فتح یاب ہوں گے مسلمانوں نے جب اپنے مقابلے میں رومیوں کی اس
قدر فوج دیکھی تو ان میں قدرے اضطراب پیدا ہوا مگر سیدنا خالد سیف اللہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

> مسلمانو! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم نے اس سے پہلے ایسی فوج کبھی نہیں
> دیکھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں انہیں شکست دی تو وہ اس کے بعد
> کبھی تمہارے مقابلے پر نہیں آئیں گے۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے لڑو
> اور ہرگز دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جلو گے۔۔۔۔ میرے حکم کے بغیر
> حملہ نہ کرنا۔"

اُدھر وردان نے جنگی مشاورت طلب کی اور لڑائی کے متعلق نئے نئے انداز کے فیصلے کئے۔
سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کی فوج کا جائزہ لینے کے لئے چند رضا کار طلب
کئے۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ سر سے کمر تک برہنہ

ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے آپؓ دشمن کے قریب ایک ٹیلے تک پہنچنے پائے تھے کہ رومیوں
کے تیس سواروں کے گھیرے میں آ گئے۔ مگر انہوں نے نہایت چابکدستی سے گھیرا توڑا اور
پیچھے کھسکنے لگے۔ رومی ان کے پیچھے پیچھے بڑھتے آ رہے تھے۔ جب سیدنا ضرار رضؓ نے دیکھا کہ
یہ رومی اپنے فوجی پڑاؤ سے کافی دور آ گئے ہیں تو پلٹ کر ان پر ایسا حملہ کیا کہ تیس میں سے انیس
کو واصل بجہنم کر دیا۔ باقی گیارہ بھاگ نکلے۔ اور تمام رومی لشکر میں تمام رات اس خوفناک مرد برہنہ
کی داستانیں بیان ہوتی رہیں۔ آپؓ اپنے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں میں جوش و مسرت کی لہر دوڑ
گئی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تمہیں صرف دریافت
حالات کے لئے بھیجا تھا۔

نائب رومی سپہ سالار قبقلار نے ایک عرب جاسوس کو مسلمانوں کے کیمپ میں جاسوسی
کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس پہنچ کر قبقلار کو بتایا کہ۔

مسلمان رات کو راہب ہوتے ہیں اور دن کو جنگجو اگر ان کے حکمران کا بیٹا چوری
کرے تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیں۔ اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیں۔"

قبقلار نے یہ سن کر کہا ایسی قوم سے جنگ کرنے سے زمین میں دھنس جانا بہتر ہے۔ ۳۰ جولائی
۶۳۴ء مسلمان نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنے سپہ سالار کے حکم کے مطابق میدان جنگ میں
صف آرا ہو گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پانچ میل لمبے محاذ پر لشکر کو پھیلا دیا
فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے قلب کو سیدنا معاذ بن جبل رضؓ، میسرہ کو سیدنا سعید بن عامرؓ
اور میمنہ کو خلیفہ رسولؐ کے پسر سیدنا عبدالرحمٰنؓ کی قیادت میں دیا۔

میسرہ کے محافظ دستے کے سالار سیدنا شرجیل رضؓ تھے۔ چار ہزار سپاہی سیدنا یزیدؓ بن سیدنا
ابی سفیان رضؓ کی قیادت میں قلب کے عقب میں بوقت ضرورت استعمال اور پڑاؤ کی حفاظت
کے لئے محفوظ رکھی۔

رومیوں کا لشکر بھی پانچ میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا مگر ان کے لشکر کی صفیں مسلمان

لشکر سے تین گنا زیادہ تھیں۔ جن کے درمیان راہب بڑی بڑی صلیبیں اٹھائے اپنی فوج کے دلوں میں جوش پیدا کر رہے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پورے محاذ کا ایک چکر لگایا۔ اور ہر جیش کو مناسب ہدایات دیں۔ آخر میں پڑاؤ میں مقیم خواتین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہمہ وقت اپنے دفاع کے لئے تیار رہیں۔ تاکہ اگر رومی مسلمانوں کی صفیں چیر کر آپ تک پہنچ جائیں تو آپ اپنا دفاع کر سکیں۔

فریقین نے صف بندی میں تقریباً دو گھنٹے صرف کئے۔ سب سے اوّل رومی لشکر سے ایک بوڑھا اسقف آگے بڑھا اور فصیح عربی زبان میں گویا ہوا میں تمہارے سردار سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ تو اسقف نے کہا میرا آقا وردان تمہارے ساتھ فیاضی سے پیش آنا چاہتا ہے اگر تم واپس جانا چاہو تو ہر سپاہی کو ایک دینار ایک قبا اور ایک عمامہ دیا جائے گا اور تمہیں سو دینار سو قبائیں اور سو عمامے۔ ورنہ تمہیں معلوم ہے کہ ایرانی ہم سے الجھے تو ان کا کتنا برا حشر ہوا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت متانت سے بوڑھے اسقف کی یہ لن ترانیاں سنیں اور اپنی وہی تین شرائط پیش کیں۔ اسلام، جزیہ یا جنگ اسقف نے واپس جا کر وردان کو اسلامی سپہ سالار کا پیغام پہنچایا تو اس نے غصے میں آ کر کہا میں ان مسلمانوں کو ایک ہی قیامت خیز حملے میں تباہ کر دوں گا چنانچہ دوپہر سے کچھ قبل رومی تیر اندازوں نے جنگ شروع کر دی۔

سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرنا چاہی مگر سیدنا خالد سیف اللہ رض نے روک دیا اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ابتدائی کارروائی رومیوں کے حق میں رہی۔ آخر سیدنا ضرار رض کو جوابی کارروائی کی اجازت ملی۔ اس روز آپ نے اپنے معمول کے خلاف زرہ اور خود پہن رکھے تھے مگر جب رومی آگے بڑھے تو آپ نے سب کچھ اتار کر پھینک دیا چنانچہ رومیوں کے لشکر سے "برہنہ مرد کارزار" کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پہلے حملے میں ہی آپ نے عمان اور طبریہ کے حاکموں

اور کئی دوسرے رومیوں کو قتل کر دیا۔ پھر دس رومی پہلوان آگے بڑھے تو سیدنا خالد سیف اللہؓ نے دس جانبازوں کو ساتھ لے کر ان کا راستہ روک لیا۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ اب ٹولیوں میں رومی آگے بڑھتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ دوپہر ڈھلتے ہی مسلمان فوج اپنے سپہ سالار کے حکم سے رومیوں پر ٹوٹ پڑی۔ سہ پہر ختم ہوتے جنگ رُک گئی۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔

رات کو وردان نے جنگی مجلس طلب کی۔ وہ گھبرایا ہوا تھا کیونکہ ہزاروں رومی قتل ہو چکے تھے۔ اور صرف چند مسلمان شہید ہوئے تھے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اگلے روز مسلمان سپہ سالار کو صلح کے لئے بلایا جائے جب وہ قریب آئے تو کمین گاہ میں چھپے ہوئے رومی نکل کر اسے قتل کر دیں چنانچہ داؤد نامی ایک عیسائی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا کہ صبح دونوں سپہ سالار تنہا گفتگو کریں۔ داؤد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنے سپہ سالار کا پیغام پہنچایا۔ مگر آپؓ نے جواب دیا۔ اسلام، جزیہ یا جنگ کے بغیر صلح کی اور کوئی صورت نہیں داؤد نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے تیور دیکھے تو کہنے لگا۔ آپ مجھے اور میرے کنبے کو امان دیں۔ تو میں حقیقت بیان کر دوں۔ اجازت ملنے پر اس نے وردان کی تمام سکیم بیان کر دی داؤد نے واپس جا کر وردان کو اصل بات نہ بتائی البتہ یہ کہا کہ آپ کے کہنے کے مطابق مسلمان سپہ سالار آپ سے تنہائی میں بات کرنے کے لئے تیار ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دس مسلمان فوجیوں کو مناسب ہدایات دے کر مقررہ مقام پر پہنچے۔ وردان شاہانہ کروفر کے ساتھ جواہرات سے آراستہ بکتر اور تلوار پہنے آگے بڑھا۔ اور اسلامی فوج کے سپہ سالار پر رعب گانٹھنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے درشت اور جارحانہ انداز سے جواب دیا اور کہا او عیسائی کتے کیا بکواس کر رہا ہے۔ وردان اپنی سکیم کے مطابق تلوار پھینک کر آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ دس رومی پہلوان اس کی ہدایت کے مطابق گھات سے نکل آئے۔ مگر ان کا سالار وہی نیم برہنہ شخص تھا۔

دراصل سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے گھات میں چھپے دس رومیوں کو قتل کر کے ان کا لباس اپنے

دس آدمیوں کو پہنا دیا تھا۔ اب سیدنا ضرار رضؓ، وردان کے سر پر تھے وردان نے گھگھیا کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو کہا تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر دو میں اس کے ہاتھ سے قتل نہیں ہونا چاہتا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور انہوں نے وردان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وردان کے قتل کے بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ جب رومیوں پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی تو ہدایت کے مطابق سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہم اپنا چار ہزار کا لشکر لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے مسلمان سپاہ کی ایک ٹولی رومیوں کے قلب میں پہنچ گئی اور قبقلار کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر رومی بھاگ نکلے۔ کچھ رومی یافا کی طرف کچھ غزّہ کی طرف اور کچھ یروشلم کی طرف بھاگے۔ رومی بھگوڑوں کا تعاقب اور قتل غروب آفتاب تک جاری رہا۔

یہ ایک عظیم اور کامل فتح تھی۔ جنگ بھرپور اور زوردار ہوئی تھی۔ جنگ اجنادین نے شام کی تسخیر کا راستہ کھول دیا۔ یہ درست ہے کہ جنگ اجنادین میں فتح حاصل کرنے سے مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی مگر ابھی شام اور فلسطین کے شہروں میں رومیوں کے بڑے بڑے لشکر موجود تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے فتح سے تیسرے روز بعد خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہوئے بتایا مسلمان صرف ۴۵۰ شہید ہوئے ہیں مگر رومی پچاس ۵۰۰۰۰ ہزار قتل ہوئے ہیں جن میں چوٹی کے سالار اور عہدیدار بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس فتح کی خوشی میں اللہ اکبر کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں۔ جہاد شام میں شامل ہونے کے لئے مزید رضا کار مدینہ پہنچنے شروع ہوئے۔ ان رضا کاروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھے۔ شام پہنچ کر وہ اپنے بیٹے سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے جیش میں شامل ہو گئے۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے رضا کاروں کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا محاصرہ جاری رکھیں اور اس کی فتح کے بعد حمص

اور انطاکیہ پر حملہ کریں۔

ہرقل خود حمص میں مقیم تھا۔ اجنادین کی شکست کی خبر سن کر وہ بلبلا اٹھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اب دمشق کی طرف بڑھے راستہ میں فحل کی مشہور چھاؤنی تھی۔ آپ نے سیدنا ابو الاعور رضی اللہ عنہ کو فحل پر نظر رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود دریائے یرموک کے کنارے یاقوصہ پہنچ گئے۔ یاقوصہ میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ پھر دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔

جنگ مرج الصفر

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جب رومیوں کو معلوم ہوا کہ انہیں اب دمشق پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تو انہوں نے نہایت دور اندیشی سے ان کو راستہ میں ہی روکنے کے لئے دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر مرج الصفر کے مقام پر اپنی فوج کو جمع کیا۔ ۱۹ اگست ۶۳۴ء مطابق ۱۹ جمادی الآخر ۱۳ھ کو یہ جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں انفرادی طور پر کئی جھڑپیں ہوئیں۔ رومیوں کے لشکر میں کئی نامور جنگجو تھے۔ پہلی جھڑپ اس طرح شروع ہوئی کہ چند رومی جنگجو اپنی صفوں سے آگے نکل کر مبارزت طلب ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار رضہ، سیدنا شرحبیل رضہ، سیدنا عبدالرحمٰن بن خلیفہ رسول اور چند دیگر مجاہدین کو ان سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ ہر مسلمان مجاہد نے اپنے مقابل رومی جنگجو کو قتل کر دیا۔ نیم برہنہ مجاہد کبیر سیدنا ضرار رضہ نے کئی رومیوں کو ہلاک کیا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپسی کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ کر مبارزت طلب کی۔ رومی لشکر میں کلوس اور عزازیر دو نامی گرامی سالار تھے۔ اور لڑائی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مگر دونوں کے درمیان کچھ رقیبانہ چشمک تھی۔ عزازیر کے طعنوں سے مشتعل ہو کر کلوس آگے بڑھا۔ کلوس نے بڑے ماہرانہ انداز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا نیزے اور تلوار کے

بعد کشتی تک نوبت پہنچی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کلوس کو پچھاڑ کر گرفتار کر لیا۔ عزازیر کلوس کی گرفتاری سے دل میں بڑا خوش ہوئی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا میں شام کا مرد میدان ہوں میں ایرانیوں کا قاتل ہوں۔ میں ترکی عساکر کو نیست و نابود کرنے والا ہوں میں ملک الموت کا ہمنام عزرائیل ہوں۔ اس نے قریب پہنچ کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کلوس کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے۔ اگر تم اسے قتل کر کے اس کا سر مجھے دے دو تو میں اس کے بدلے میں تمہیں ایک ہزار دینار زربفت کی دس قبائیں اور پانچ گھوڑے نذر کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو کلوس کے سر کی قیمت ہوئی تم اپنے سر کی کیا قیمت دو گے۔ عزازیر یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رض پر حملہ آور ہوا۔ عزازیر کی جنگی مہارت اور لڑائی کے داؤ پیچ نے آپؓ کو حیران کر دیا اس نے اچانک رُخ بدلا اور بھاگنے کے انداز میں، میدان کے چکر کاٹنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض پیچھے پیچھے اور وہ آگے آگے — اب آپؓ نے محسوس کیا کہ میرا گھوڑا تھک گیا ہے اور عزازیر کا گھوڑا ابھی تازہ دم نظر آتا ہے۔ مورخین نے سیدنا خالد سیف اللہ رض اور عزازیر کی گفتگو بڑے دلچسپ انداز میں قلمبند کی ہے۔ عزازیر ایک لسان، حاضر جواب اور شگفتہ مزاج انسان تھا جب اس نے مسلمان سالار اعظم کے گھوڑے میں تھکاوٹ کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور کہنے لگا میرے عرب بھائی یہ مت سمجھ کہ میں ڈر کر بھاگا تھا۔ دراصل میں تم پر کرم کر رہا ہوں میں عزرائیل ہوں میں روحوں کو قبض کرنے والا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے گھوڑا چھوڑ دیا۔ عزازیر یہ دیکھ کر ان پر جھپٹا مگر آپ نے نہایت پھرتی سے اس کا وار بچا کر اس کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ عزازیر اپنے گھوڑے کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ آپ نے نہایت چابکدستی سے اسے گرفتار کر لیا۔ عزازیر کی گرفتاری پر رومی فوجوں نے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ عین اس وقت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رض اور سیدنا عمرو بن العاص رض اپنے جیوش لے کر پہنچ گئے۔ گھنٹہ بھر کی شدید جنگ کے بعد رومی ہزاروں

لاشیں چھوڑ کر دمشق کی طرف بھاگ نکلے۔

دمشق

دمشق کو اس زمانہ میں جنت شام کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہی مقام خلفائے بنو امیہ کا دارالخلافہ بنا۔ جہاں بیٹھ کر خلفائے بنو امیہ نے چار دانگ عالم میں اسلام کے پھریرے اڑائے۔ دنیا بھر کی ہر چیز یہاں بافراط میسّر تھی۔ یہاں دولت تھی۔ تہذیب تھی۔ ثقافت تھی عبادت گاہیں تھیں، فوج تھی۔ اور شہر تہذیب کا گہوارہ تھا۔ شہر کا مرکزی حصہ گیارہ میٹر فصیل کے اندر واقع تھا۔ فصیل شہر کے باہر مضافات اپنی سرسبزی و شادابی میں اپنا مخصوص مقام رکھتے تھے۔ شہر کے فصیل طولاً ایک میل اور عرضاً نصف میل تھی اس میں داخل ہونے کے لئے چھ دروازے تھے۔ باب شرق، باب توما، باب جابیہ، باب فرادیس۔ باب کیسان اور باب صغیر، شمالی فصیل کے ساتھ ایک معمولی سا دریا بہتا تھا۔ دمشق میں ہرقل کا داماد توما فوجی سپہ سالار تھا۔ وہ ایک بے نظیر شجاع فوجی قیادت میں ماہر، ذہانت اور علم و فضل کا پیکر ایک مخلص عیسائی تھا اس کا نائب ہربیس نامی ایک عیسائی جانباز تھا۔ دمشق کی محافظ فوج کا سالار عزازیر تھا۔ جو مسلمانوں کے محاصرے سے پہلے ہی دوسرے سالار کولیس کے ہمراہ مرج الصفر کے مقام پر گرفتار ہو چکا تھا۔

ہرقل کو اجنادین میں رومیوں کی شکست نے چوکنا کر دیا تھا۔ اب اس نے انطاکیہ کو اپنا مرکزی مقام بنا کر دمشق کے دفاع پر پوری توجہ منعطف کر دی تھی اس نے انطاکیہ سے پانچ ہزار کا لشکر کلوس کی قیادت میں دمشق روانہ کیا تھا۔ کلوس کی گرفتاری کا ذکر سابقہ سطور میں گزر چکا ہے توما نے بڑی دور اندیشی سے دمشق میں سامان رسد، جنگی اسلحہ اور فوجوں کے جمع کرنے کا انتظام کیا۔

اسلامی لشکر میں فوجی نوعیت کی پہلی تنظیم

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ رومیوں سے جنگیں لڑ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے
کہ اب ان کی طرز پر اسلامی لشکر کو متعدد چھوٹے چھوٹے جیشوں میں تقسیم کر کے انہیں چند
بڑے جیوش کی شکل دی جاتے۔ اور وہ فوجی جیوش سپہ سالار اعلیٰ کے مقرر کردہ جیوش کمانڈروں
کے حکم کے پابند ہوں۔ اس سے پہلے صرف لڑائی کے وقت ایسی صورت اختیار کی جاتی تھی۔
مگر اب یہ حکم ہر وقت کے لئے لازمی تھا۔ رسد کی فراہمی، خبروں کے پہنچانے کا انتظام، مخبری
جاسوسی، رسالوں کے جیش الگ الگ شعبوں میں تقسیم کئے دورِ حاضر میں متمدن ترین فوجوں کی
تقسیم کی بنیاد کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے۔ خفیہ خبر رسانی کا اس قدر
اعلیٰ انتظام کیا کہ انہیں براہِ راست لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچی رہتی تھیں۔ مرج الصفر کی فتح کے بعد
اسلامی لشکر دمشق کے مضافات میں پہنچ گیا۔ ۱۹ رجمادی الثانی کو مرج الصفر کی جنگ لڑی گئی
اور ۲۰ جمادی الثانی کو مسلمانوں نے دمشق کو گھیرے میں لے لیا۔ دمشق میں اس وقت ۱۵-۱۶ ہزار
مستقل رومی فوج تھی۔ اور شہر کی آبادی میں مضافات سے بھاگ کر پناہ لینے والوں کی تعداد
کا اندازہ نہیں مسلمان لشکر کی تعداد فتوحات شام کی ابتداء میں اٹھارہ ہزار تھی۔ مگر متعدد جنگوں میں
ان کے سینکڑوں سے متجاوز مجاہد شہید ہو چکے تھے۔ بے شمار زخمی تھے۔ ان میں سے سیدنا خالد
سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ فحل کے مقام پر متعین کر رکھا تھا۔ ایک متحرک دستہ رومیوں
کے امدادی دستوں کی مزاحمت کے لئے مامور کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنا فوجی مرکز ایک خانقاہ
میں قائم کیا۔ اور خانقاہ کے راہبوں نے مسلمان زخمیوں کی تیمارداری کے فرائض بخوشی ادا
کئے۔ عراق سے صحرائی سفر کے وقت مسلمان فوجیوں نے اپنی خواتین کو مدینہ بھیجدیا تھا۔ مگر جب
وہ شام میں پہنچے تو کئی فوجیوں کی عورتیں لشکر میں پہنچ گئیں حالات نہایت مخدوش تھے
سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت وہ نہ

تو خود آرام کرتے تھے نہ کسی کو آرام کرنے دیتے تھے۔ مدینہ سے آنے والی خواتین کے ہمراہ ہزاروں رضاکار بھی پہنچ چکے تھے۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اوران کی زوجہ سیدہ ہندہ رضؓ کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے فحل کے دستے اور متحرک دستے کے علاوہ باقی لشکر کو چھ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر جیش میں چار ہزار سے پانچ ہزار تک مجاہد تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فوجیوں کی تعداد مجموعی طور پر بتیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر جیش پر ایک مستقل سالار مقرر کر کے انہیں شہر کے مختلف دروازوں پر متعین کیا۔

باب جابیہ:۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضؓ

باب توما:۔ سیدنا شرجبیل رضؓ

باب فرادیس:۔ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ جو آگے چل کر فاتح مصر ہوئے۔

باب کیسان اور باب صغیر:۔ سیدنا یزید رضؓ بن سیدنا ابی سفیان رضؓ

سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو دو ہزار سواروں کا متحرک دستہ دے کر حکم دیا کہ وہ ہر وقت گشت کر کے دیکھ بھال کرتے رہیں اور اگر کسی دروازے سے رومی نکل کر کسی اسلامی جیش پر حملہ کریں تو ان کی مدد کریں۔ رومی فوجیوں کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے۔ مگر یہ ہدایت بھی کی کہ اگر شہری لوگ کہیں جانا چاہیں تو رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

محاصرے سے دوسرے دن عزازیر اور کلوس کو بیڑیوں میں جکڑ کر فصیل کے سامنے لایا گیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ فصیل پر گشت کرنے والے رومیوں کے سامنے سیدنا ضرار رضؓ نے ان کی گردنیں مار دیں۔ محاصرے کو تین ہفتے گزر گئے مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ہرقل نے بارہ ہزار پر مشتمل سپاہ

کو سامان رسد دے کر دمشق روانہ کیا۔

بیت لہیا کی جنگ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جب ہرقل کی کمک کے متعلق ان کے مخبروں نے بتایا تو آپ نے پانچ ہزار سواروں کا جیش برہنہ مرد کارزار یعنی سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت لہیا کی طرف بھیجا۔ اور جلد بازی سے احتراز کرنے کی ہدایت کی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اور احتیاط بالکل متضاد چیزیں تھیں۔ سیدنا رافع رضؓ کو بطور نائب سالار ان کے ہمراہ بھیجا۔ بیت لہیا کے مقام پر سیدنا ضرار رضؓ کے پانچ ہزار لشکری ہرقل کی بارہ ہزار منظم فوج سے بھڑ گئے۔ نیم برہنہ مرد کارزار نے تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ دیا اور دشمن کی فوج میں دور تک اندر چلے گئے۔ سیدنا ضرار رضؓ کا دایاں بازو دشمنوں کے تیر سے بری طرح زخمی ہو گیا۔ رومیوں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور انہیں گرفتار کر کے اپنے لشکر کے عقب میں بھیج دیا۔ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے انہیں دشمن کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے بڑی شدت سے کئی حملے کئے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر سیدنا رافع رضؓ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ اگر وہ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کی طرف کمک بھیجتے ہیں تو رومی دمشق کا محاصرہ کسی وقت بھی توڑ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور اگر سیدنا رافع رضؓ کو کمک نہیں پہنچتی تو رومی لشکر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ہزیمت دے کر دمشق پہنچ سکتا ہے۔ آخر آپؓ نے بڑی دور اندیشی سے خود بیت لہیا پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس طریقہ سے کہ دمشق کے محصورین کو ان کی غیر حاضری کا علم نہ ہو سکے۔

تاریخ اسلامی کا زندہ جاوید کردار اور ایک انمٹ نقش

دمشق میں فوج کی قیادت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر کے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آدھی رات کے قریب اپنے چار ہزار آزمودہ کار ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بیت لہیا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور صبح کے آثار نمودار ہوتے ہی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے جلیش کے عقب سے سیاہ کپڑوں میں ملبوس چھریرے بدن کا ایک نوجوان چار آئینہ پہنے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ لئے دشمن کے سامنے کی صف پر جھپٹا۔ سوار کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ یہ سوار گھوم گھوم کر نہایت غضب ناک انداز میں دشمنوں پر جھپٹتا رہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے دیکھا نقاب پوش رومی لشکر کے کسی ایک مقام کو نشانہ بناتا ہے اور ایک دو رومیوں کو ہلاک کر کے گھوڑے کو پیچھے گھماتا ہے اور پھر دوسرا حملہ کرتا ہے۔ چند رومی اسے گھیرے میں لینے کے لئے آگے بڑھے مگر جو اس کے سامنے آیا ڈھیر ہو گیا۔ جب مسلمانوں کی پوری فوج نے رومیوں پر حملہ کیا اس وقت بھی اس نوجوان نے اپنی انفرادی جنگ جاری رکھی۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کے قریب پہنچ کر کہا اے جانباز! تو کون ہے اور اپنا نام بتا تا کہ ہم تیری مناسب قدر و منزلت کر سکیں۔ مگر نقاب پوش سوار ان کے قریب سے کترا کر نکل گیا اور رومیوں پر ایک بار پھر لپکا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس سوار کے قریب ایک بار پھر پہنچے اور کہا تم اپنی قدر ہمارے دلوں میں بٹھانے کیلئے بہت کچھ کر چکے ہو۔ بتاؤ تم کون ہو؟ نقاب پوش نے گھوم کر جب سیدنا خالد سیف اللہؓ کی طرف رخ کیا تو آپ بصد مشکل اپنے آپ پر قابو رکھ سکے وہ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ اس نے کہا یا امیر! میں محض حیا کی وجہ سے آپ سے منہ پھیر لیتی رہی۔ میں خولہ بنت الازور ہوں اور ضرارؓ کی بہن میرا بھائی گرفتار ہو گیا ہے۔ میں

جب تک اسے دشمن کی قید سے آزاد نہیں کرا لوں گی لڑنے سے ہاتھ نہیں روک سکتی۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار نکلا اللہ کتنا خوش نصیب ہے جس کے گھر ضرار رض اور خولہ رض جیسی اولاد پیدا ہوئی۔ لڑائی دوپہر کے قریب رومی فوج کی شکست کی صورت میں اختتام پذیر ہوئی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ معلوم نہ ہوا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو حکم دیا کہ رومی فوج کے عقب کی طرف بڑھو۔ جب مسلمانوں کا دستہ تیز رفتاری سے آگے بڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کا ایک دستہ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر پابند کئے بھاگا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا اور سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو ان کی حراست سے چھڑا لائے سیدہ خولہ رض بھی مسلمانوں کے اس دستے میں شامل تھیں۔ جوں ہی انہوں نے بھائی کو دیکھا بھاگ کر اس سے لپٹ گئیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سحط بن الاسود کی قیادت میں ایک جیش کو بھگوڑوں کے تعاقب میں بھیجا اور خود دمشق واپس پہنچ گئے۔

تسخیر دمشق

رومیوں کی امدادی فوج کی شکست کی خبر دمشق پہنچی تو وہاں سراسیمگی پھیل گئی انہیں اب مزید کسی کمک کی کوئی امید نہ رہی ہر طرف سے ناامیدی کے بادل امنڈ کر چھا رہے تھے چنانچہ ممتاز شہریوں کا ایک وفد توما کے پاس پہنچا اور کہا کہ مسلمان سپہ سالار سے صلح کی گفتگو کی جائے۔ مگر وہ نہ مانا ستمبر ۶۳۴ء کے تیسرے ہفتے توما نے ایک دروازے سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس دروازے پر سیدنا شرجیل رض کا لشکر تھا۔ متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ جن میں سیدنا ابان بن سعید رض بھی تھے۔ ان کی شادی ہوتے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے۔ ان کی زوجہ

ایک اور بہادر خاتون

ایک جانباز تیر انداز خاتون تھیں۔

اس نوجوان بہادر بیوہ خاتون نے دشمن کے ایک اسقف کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو ایک بہت بڑی صلیب اٹھائے اپنے لشکر کو جنگ کے لئے ابھار رہا تھا۔ تاہم رومیوں کا پلہ بھاری رہا۔ توما بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا تھا۔ توما مسلمان سالار سیدنا شرجبیل رضؓ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسی بیوہ خاتون نے تاک کر اس کی آنکھ میں تیر مارا۔ وہ تیر کھاتے ہی گر پڑا۔ اس کی فوج نے اسے اٹھایا اور بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئی۔ اس روز اس بہادر خاتون کی تیر اندازی سے بے حساب رومی مارے گئے۔ توما کی آنکھ سے تیر نہ نکل سکا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ اس نے اسی رات دوبارہ حملے کا حکم دیا۔ سیدنا شرجبیل رضؓ کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ ان کی مدد کے لئے نیم برہنہ مرد کارزار سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ توما نے حکم دیا کہ تمام دروازوں سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ سیدنا شرجبیل رضؓ کے مقابل رومیوں کو سیدنا ضرار رضؓ پسپا کرنے کے بعد سیدنا یزیدؓ بن سیدنا ابی سفیانؓ کی کمک کو پہنچ گئے۔ اور وہاں سے بھی رومیوں کو بھگا دیا رومی جس طرح قلعہ سے باہر آ چکے تھے۔ اسی طرح بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ مگر اپنے پیچھے ہزاروں لاشیں چھوڑ گئے۔ سیدنا شرجبیل رضؓ کے ہاتھوں رومی گھیرے میں آ گئے۔ توما نے بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کیا مگر آخر بھاگ کر جان بچائی رومی دمشق میں از سر نو صورت حال پر غور کرنے لگے۔

ایک عاشق نامراد کی وارفتہ مزاجی

ایک یونانی عیسائی یونس ابن مرقس کی ایک یونانی دوشیزہ سے شادی ہوئی تھی جسے وہ والہانہ انداز میں چاہتا تھا مگر مسلمانوں کے حملے کی وجہ سے رخصتی معرض التوا کی نذر ہو چکی تھی۔ اس کی تمام منت خوشامد بیکار ہو گئی تو وہ اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنا کر سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر آپ میری زوجہ میرے حوالے کرا دیں تو میں آپ کو قلعہ میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ بتاتا ہوں۔ آپؓ کو اس کی بات میں صداقت نظر آتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان

ہو گیا۔ اور حسب وعدہ آپ کو شہر میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا۔ آپ قلعہ کے ایک ایسے مقام سے جہاں رومی فوج کی تعداد کم تھی۔ کمندیں لگا کر سیدنا قعقاع رضؓ، سیدنا مذعور بن عدی فصیل پر پہنچ گئے۔ چند اور جانباز بھی فصیل پر چڑھ گئے اور سب نے لڑتے بھڑتے باب الشرق کھول دیا۔ اس ہنگامہ میں رومی فوج مقابلہ پر پہنچ گئی۔ توما نے یہ صورت حال دیکھی کہ اگر قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا تو جانیں بچانی مشکل ہو جائیں گی وہ دوسرے دروازے کی طرف لپکا جس کے باہر امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جیش تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر صلح کی شرائط طے کیں اور قلعہ کا دروازہ کھول کر انہیں ہمراہ لے کر شہر میں پہنچ گیا ایک طرف سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بزور شمشیر نصف شہر فتح کر چکے تھے اور دوسری طرف باب جابیہ سے سیدنا ابو عبیدہ رضؓ عیسائیوں کے جلو میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کی کاروائی کا کوئی علم نہ تھا۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو ایک عجیب منظر پیش آیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نصف شہر بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت ایک دستے کے سالار تھے۔ ان دونوں عظیم ہستیوں کی اس وقت کی گفتگو کو اکثر مورخین نے قلمبند کیا ہے۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بظاہر ایک ماتحت سالار تھے مگر ان کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے تحمل عالی حوصلگی، وسیع مشربی اور بردباری کی وجہ سے ایسے نازک وقت میں اپنی پوزیشن کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اللہ اللہ وہ کس قدر بلند ترین کردار کے حامل لوگ تھے۔ انہوں نے نہایت عالی حوصلگی سے سیدنا خالد سیف اللہ کے غصے کو برداشت کیا۔

باقی تین جیوش کے سالار بھی موقع پر پہنچ گئے۔ توما نہایت بے چینی سے دو مسلمان سالاروں کی باتیں سن رہا تھا بظاہر تمام اختیارات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ حقیقت میں اصل اختیارات اب سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کے پاس تھے

بہرحال صلح نامہ لکھا گیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط پیش کی کہ رومی شہر چھوڑ دیں مگر زادِ راہ کے علاوہ یہ کچھ بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جاسکیں گے۔ سیدنا ابو عبیدہ نے فرمایا میرا ان سے جو معاہدہ ہوا ہے اس میں یہ بات شامل ہے کہ رومی اپنا تمام سازوسامان لے جاسکتے ہیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طبیعت پر جبر کر کے یہ شرط بھی تسلیم کر لی۔ شرح جزیہ ایک دینار فی کس مقرر ہوئی اور یہ وعدہ ہوا کہ تین دن کے اندر یہ لوگ شہر خالی کر کے جہاں جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ مگر تین روز کے بعد مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جو بھی رومی سامنے آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ شہر خالی ہوتا رہا۔ مال واسباب سے لدی گاڑیاں شہر سے نکلتی رہیں۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ مال واسباب کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر افسوس کرتے رہے۔ ہرقل کی بیٹی توما کی بیوی بھی اس قافلے میں شامل تھی۔ اور اس وارفتہ مزاج عاشق کی محبوبہ بھی قافلے کے ہمراہ جارہی تھی۔ اچانک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عقب میں ایک سسکی کی آواز سنی گھوم کر دیکھا تو یونس تھا۔ آپ نے فرمایا یونس! اب تمہارا معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

جنگ مرج الدیباج

مگر یونس نے جواب دیا یا امیر! میں ایک مختصر سے راستے کو جانتا ہوں۔ اگر آپ تین دن بعد بھی یہاں سے نکلیں گے تو میں ایک دن میں آپ کو قافلے تک پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر بشاشت کا نور پھیل گیا۔ آپ یونس کی رہبری میں چوتھے روز دمشق سے روانہ ہوئے اور قافلے کو راستے میں جا لیا۔ ان کے ساتھ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ، سیدنا رافع رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ مسلمانوں کے اس تیز رفتار رسالے نے انطاکیہ سے تھوڑی دور رومیوں کو جا لیا مسلمانوں کے حملے کا اس وقت علم ہوا جب نیم برہنہ مرد کارزار اپنے ایک ہزار جنگ آزمودہ سواروں سے ان پر ٹوٹ پڑا۔ نصف گھنٹے بعد سیدنا رافع بھی ایک ہزار سوار لے کر پہنچ گئے۔ اور آدھے گھنٹے بعد سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی لڑائی میں شامل ہو گئے۔ رومی باوجود کثرت لشکر

کے مسلمانوں کے حملے کے اس طریق کار سے گھبرا اٹھے۔ مغرب کے قریب ان کے کانوں میں

انا فارس الصدید

انا خالد بن الولید

کے مشہور رجز کی آواز پہنچی تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ توما اور ہربیس آپؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ رومی ہزاروں قتل ہوئے ہزاروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یونس نے اپنی محبوبہ کو ڈھونڈ نکالا۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے چشم زدن میں اپنی بغل سے خنجر نکال کر اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کے صدمے کا علم ہوا تو انہوں نے قیدی عورتوں میں ایک خوبصورت ترین عورت جو جواہرات سے لدی ہوئی نظر آتی تھی یونس کے حوالے کی۔ مگر یونس نے اسے دیکھا تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ ہرقل کی بیٹی اور توما کی بیوہ تھی۔ اس نے کہا یا امیر! میں اب تمام زندگی کسی عورت کو اپنی شریک حیات نہیں بناؤں گا۔ مسلمانوں کا لشکر بے حساب مال غنیمت سے لدا پھندا واپس ہوا۔ وہ ابھی اپنے مستقر پر پہنچے ہی تھے کہ ہرقل کا سفیر پہنچ گیا اور اس نے ہرقل کی طرف سے کہا میری بیٹی کو آزاد کر دیجئے اور جس قدر زر فدیہ مطلوب ہو حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ اور اگر بخشش کے طور پر اسے آزاد کر دیں تو یہ امر آپ کی شرافت کے شایان شان ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جس طرح ایک مرد کارزار تھے اسی طرح ان میں بخشش و عطا اور فیاضی کے اوصاف بھی بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے ہرقل کی بیٹی کو بغیر فدیہ لئے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

یونس کی دلجوئی کی آپؓ نے بڑی کوشش کی مگر اس نے مجرد رہنے کا پختہ عزم کر لیا تھا آخر وہ عزم و استقلال کا پیکر دو سال بعد جنگ یرموک میں شہید ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے انتظامی امور سے فارغ ہو کر تفصیلی حالات سے مطلع کرنے کیلئے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ یہ خط ۲ شعبان ۱۳ھ کو لکھا گیا۔

اپنے اپنے مقام پر تین بلند کردار انسان

سیدنا عمر فاروق اعظم رضؓ، شہکار رسالت ہیں، مراد محمدؐ ہیں، فاتح عرب و عجم ہیں۔ لسان رسالت مآب سے لو کان نبی بعدی لکان عمر میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اس تمغہ سرمدی سے مفتخر ہیں کہ جس راستے ایک بار عمر رضؓ گزر گیا قیامت تک اس راستے شیطان نہیں گزرے گا۔

سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ امین الامت ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس وجہ سے الاثرم کہلاتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر آپؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مقدس سے زرہ کی پھنسی ہوئی کڑیاں اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالتے ہیں اور سامنے کے دو دانت شہید ہو جاتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساران مبارک سے چہرہ مس ہوتا ہے کیا معلوم وہ لمحات مقدس کس قدر روح افزا تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہی کافی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خطاب عطا فرماتے ہیں اس بھری دنیا میں اس خطاب کے عشر عشیر کی سعادت بھی کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور نہ قیامت تک ہو سکے گی۔

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم بقا کو تشریف لے جاتے ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عالم اسلام کی سربراہی کے فرائض سنبھالتے ہیں۔ ۲۲-۲۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ کی درمیانی شب آپ واصل بحق ہوتے ہیں۔ مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن اسی مختصر سی مدت میں دو لڑائیاں آپ نے شروع خلافت میں خود لڑیں اور باقی تمام فتوحات کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر رہا۔ اس عرصہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے طلیحہ اسدی مالک بن نویرہ، لقیط بن مالک، حطم بن ضبیعہ، مسیلمہ کذاب، ام زمل، سجاح جیسے مرتدین کا قلع قمع کیا۔ اور جنگ ذات السلاسل، جنگ قارن، جنگ ولجہ، جنگ لیس، جنگ حیرہ، جنگ انبار، جنگ عین التمر، جنگ دومۃ الجندل، جنگ حصید، جنگ مضیح، جنگ فراض

جنگ دمشق وغیرہ میں شاندار فتوحات سے عالم اسلام سربلندی سے ہمکنار کیا۔ ۲ رشعبان ۱۳ھ کو جنگ مرج الدیباج میں فتح کے بعد آپ نے خلیفہ اسلام کو خط لکھا لیکن اس سے پہلے عین فتح دمشق کے موقع پر سیدنا ابوعبیدہ الجراح کو آپ کی معطلی کا پیغام پہنچ چکا تھا مگر اس بلند کردار انسان نے اس نازک وقت میں جب ہر دو عظیم انسان دمشق کے وسطی چوک میں ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہ رضؓ کے صبر، تحمل، بردباری اور جذبہ خدمت اسلام کی داد کوئی کہاں تک دے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پے در پے فتوحات تمام عالم اسلام میں ایک فتح کا نشان بن گئیں۔ رضاکار بھاگ کر ان کے لشکر میں پہنچتے اور یہ تصور یقین کی حد تک ان کے دلوں میں پختہ ہو گیا کہ یہ تمام فتوحات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہیں۔ ۲۳، جمادی الثانی۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے تمام فتوحات کا سبب صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھ لیا ہے اور اسلام کے لئے یہ شخصیت پرستی کسی وقت کسی قسم کے فتنہ کا سبب بن سکتی ہے تو آپؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے سیدنا ابوعبیدہ الجراحؓ کو اسلامی لشکر کا کمانڈر انچیف بنائے جانے کا حکم صادر فرما دیا جو عین فتح دمشق کے وقت سیدنا ابوعبیدہ الجراح کو پہنچا۔

سیدنا ابوعبیدہ الجراح نے فتح دمشق کے بعد مرج الدیباج کی جنگ تک قطعاً کسی سے اس کا ذکر نہ کیا وہ صرف اسلام کی سربلندی کے خواہاں تھے۔ وہ ہر قسم کے عہدہ کی خواہش سے مستغنی تھے۔ مرج الدیباج کی فتح کے بعد سیدنا ابوعبیدہ الجراح رضؓ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو الگ لے جا کر سیدنا فاروق اعظم رضؓ کا خط پڑھنے کے لئے دیا۔ خط کا مفہوم بالکل واضح تھا کہ وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ سیدنا ابوعبیدہؓ الجراح

کو اسلامی لشکر کا کمانڈر مقرر کیا گیا ہے۔

خط پر مرقوم تاریخ دیکھنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہ خط مہینہ بھر پہلے کا آیا ہوا ہے چنانچہ انہوں نے سیدنا ابو عبیدہ الجراحؓ سے پوچھا آپ نے مہینہ بھر یہ خبر کیوں چھپائے رکھی۔ انہوں نے جواب دیا میں اس وقت تمہارے اقتدار میں کسی کمی کو پسند نہیں کر سکتا تھا جب تم دشمن سے برسرپیکار تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان سے رخصت ہو کر سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ انہیں اس روز بڑی شدت سے اپنے محسن، اپنے دوست اپنے راہنما سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ یاد آئے۔

۳ رشعبان ۱۳ھ تمام لشکر اسلام کو جمع کر کے اس تبدیلی سے آگاہ کیا گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ صرف تلوار کے دھنی ہی نہ تھے بلکہ وسعت نظری، عالی ظرفی اور بلند حوصلگی میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے بلا تردد کہا اگر سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ وفات پا گئے ہیں اور ان کی جگہ اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں تو میں اب ان کا بھی اسی طرح فرمانبردار ہوں جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمانبردار تھا۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ میری طرف سے ذرہ بھر شکر رنجی کا اظہار بھی اسلامی فوج میں انتشار کا سبب بن سکتا ہے وہ ایک سچے سپاہی اور مخلص مسلمان کی طرح اسی لشکر میں ایک عام سپاہی کی طرح کام کرنے کو تیار ہو گئے جس لشکر کے وہ کمانڈر انچیف تھے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی سالار کے مرتبہ میں کمی کی جاتی ہے تو اسے یا تو اس مقام سے تبدیل کر دیا جاتا ہے یا وہ خود ہی فارغ ہو کر الگ ہو جاتا ہے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سب فروعی باتیں تھیں وہ جس طرح بحیثیت ایک سالار کے اسلامی خدمات انجام دیتے چلے آئے اسی طرح بطور ایک سپاہی کے کام کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

چوتھا دور

یہاں سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ آج تک تاریخ عالم اس قسم کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکی کہ کسی فوج کا سالار اعلیٰ اسی فوج میں بحیثیت ایک سپاہی کے کام کرنے کو تیار ہوا ہو۔ آپ کا یہ ایک عظیم ایثار وسعت قلبی کا مظاہرہ اور بلند اخلاق کا نمونہ ہی نہ تھا بلکہ تاریخ کے ورق اوّل سے ورق آخر تک یعنی ابتدائے آفرینش سے تاقیامت ایک انمٹ نقش ہے۔

جنگ ابوالقدس

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت سنبھالے ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا تھا کہ ایک عیسائی عرب نے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے سپہ سالار کو اطلاع دی کہ ابوالقدس کے مقام پر ایک عظیم میلہ منعقد ہونے والا ہے۔ ابوالقدس جو آج کل ابلہ کے نام سے مشہور ہے۔ دمشق سے چالیس میل دور ہے۔ وہاں سے بہت سا مال غنیمت ملنے کا امکان ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پاس بیٹھے ہوئے مسلمانوں سے کہا کون ابوالقدس کے مقام پر چھاپہ مارنے کے لئے تیار ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سیدنا جعفر طیار رض کی ابھی مسیں بھیگ رہی تھیں۔ اور جو کچھ کر گزرنے کی خواہش لے کر چند دن پہلے مدینہ سے یہاں پہنچے تھے اپنی خدمات پیش کیں۔

"یہ وہی عبداللہ بن جعفر طیار رض ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد سیدہ زینب رض کے شوہر اور حضرات حسنین رض کے بہنوئی تھے۔ سیدنا حسین رض جب مکہ سے عازم کوفہ ہوئے تو آپ رض نے انہیں روکا اور آپ کی زوجہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ

روانہ ہونے سے رکیں۔ تو آپ نے اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے لے انہیں طلاق دے دی"

سیدنا عبداللہ پانچ سو سواروں کا دستہ لے کر القدس کی طرف بڑھے۔ سیدنا ابوذر غفاری بھی اس دستے میں شامل تھے۔ نوجوان سالار نے جوانی کے جوش میں اور بوڑھے صحابی نے حصول شہادت کے جوش میں پانچ ہزار رومی فوج پر حملہ کر دیا جو میلے کی حفاظت کے لئے وہاں موجود تھی۔ پانچ ہزار رومیوں کے تربیت یافتہ لشکر نے پانصد مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا ایک مسلمان کسی طرح سے بھاگ نکلا۔ اور اس نے سیدنا ابوعبیدہ رضہ کو صورت حال سے مطلع کیا سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کیفیت سُنی تو گھبرا اٹھے۔ ان کی سالاری میں لڑی جانے والی یہ پہلی جنگ تھی۔ اور اس طرح ناکامی کی شرمندگی ان کے لئے ایک روح فرسا صدمہ تھا۔ چنانچہ ان کی زبان پر بے ساختہ خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا۔ اور اس جانباز رجلِ عظیم نے اپنے نئے سالار کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

چنانچہ آپ اپنے متحرک سالے کو لے کر بجلی کے کوندے کی طرح لپکتے ہوئے سیدنا ضرار رضہ کی ہمراہی میں ابوالقدس پہنچ گئے۔ پھر جو ہونا تھا ہوا۔ رومی بھاگ نکلے۔ اور مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں بہت سے زخم آئے مگر ان کے لئے اس قسم کے زخم کوئی معنے نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام صورت حال سے خلیفہ اسلام سیدنا فاروق اعظم رضہ کو مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضہ کے دورِ خلافت کی یہ پہلی جنگ تھی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ میں بیٹھے ہوئے فوجی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مقامات کا تعین، میسرہ اور میمنہ کی قیادت، ہراول اور جاسوسی کے متعلق تمام ہدایات خود جاری کرتے۔ اور اس قسم کے جاسوس مقرر کئے جو اپنے لشکریوں کے متعلق ہر قسم کی اطلاعات انہیں بہم پہنچاتے۔

اب انہوں نے سیدنا عمرو بن العاص رضہ کو فلسطین، سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضہ کو

دمشق سیدنا شرجبیل رضؓ کو اردن کے علاقے سونپے۔ حمص فتح ہو جانے کے بعد سیدنا ابو عبیدہؓ کو حمص سنبھالنا تھا۔ کل افواج کو مل کر جب کوئی کاروائی کرنی ہوتی تھی تو سالارِ اعلیٰ کے فرائض سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کو سنبھالنے ہوتے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو کوئی عہدہ نہ دیا گیا انہیں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت کام کرنا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بے پناہ قوتوں کے ساتھ نئے سپہ سالار اعلیٰ کی حمایت و اعانت میں کوئی کسر روا نہ رکھی۔

جنگ فحل جسے ذات الروغہ یعنی کیچڑ کی جنگ کہا جاتا ہے

ابوالقدس کے واقعہ نے ہرقل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اپنے وقت کا حکمران ہی نہیں بلکہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اب وہ امید کی آخری کرن تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھنے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے فوری طور پہ شمالی شام، جزیرہ اور یورپ کے تازہ دم امدادی جیوش سے اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ مرج الدیباج کے بچے کھچے لشکری بھی اس کی فوج میں آکر شامل ہو گئے۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ انطاکیہ میں اور دوسرا حصہ شام اور فلسطین کی بندرگاہوں پر جمع کیا۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ دوبدو تصادم سے بھی بچنا چاہتا تھا اور اس کی یہ چال تھی کہ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اسلامی جیوش ایک دوسرے سے رابطہ قائم نہ کر سکیں فحل کے مقام پر پہلے ہی رومیوں کا ایک محافظ دستہ موجود تھا جسے سیدنا ابوالاعور کی قیادت میں لڑنے والے مسلمان فوجیوں نے الجھا رکھا تھا۔ مسلمانوں کو مقامی جاسوسوں کے ذریعے امدادی دستوں کی نقل و حرکت کی اطلاعیں مل رہی تھیں۔ رومی فوج کی مجموعی تعداد اسی ہزار (۸۰۰۰۰) تھی جس کی قیادت مشہور رومی سپہ سالار سقلار کر رہا تھا۔ یہ لشکر مشرق کی طرف بڑھ کر مسلمانوں کے مختلف جیوش کے درمیان حائل ہونا چاہتا تھا سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ فیصلہ ہوا کہ پانچ جیوش میں اسلامی لشکر کو تقسیم کر کے مختلف محاذات پر متعین کیا جائے۔ مسلمانوں کی فوج کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیان رضؓ دمشق کے حاکم تھے۔ سیدنا شرجبیل رضؓ اُردن کے حکمران تھے

اور انہی کی عملداری میں فحل بھی تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلامی فوج کی قیادت سپرد کی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی لشکر میں ہراول کے دستے کے سردار تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر دریائے اُردن کا پانی روک کر نشیبی علاقے میں چھوڑ دیا اس زیر آب رقبے میں چند خشک راستے بھی تھے مگر مسلمان ان سے واقف نہ تھے یہ زیر آب رقبہ دیکھ کر مسلمان ششدر رہ گئے۔ سیدنا شرجیل رضہ نے شمال مغرب کے رخ میں اپنے لشکر کو صف آرا کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضہ کو میمنہ اور میسرہ کی قیادت سونپی۔ نیم برہنہ مرد کارزار سیدنا ضرار اسلامی رسالے کے سردار مقرر ہوئے۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پیش قدمی کے لئے سب سے آگے متعین کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کچھ ہی آگے بڑھے کہ ان کا تمام ہراول دستہ کیچڑ میں پھنس گیا۔ بصد مشکل واپس ہو کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچے۔

رومی فوج کے سالار سقلار نے سوچا کہ مسلمان اب یہ سمجھ کر کہ ہمارے اور ان کے درمیان کیچڑ کی پٹی ہے اور وہ اس وجہ سے بے خبر ہوں گے ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا ۲۷ر ذی قعد ۱۳ھ کو رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مگر سیدنا شرجیل رضہ نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ تمام رات اور تمام دن لڑائی جاری رہی۔ سقلار مارا گیا۔ اب دوسری رات آگئی رومی دل چھوڑ کر بھاگ نکلے سیدنا شرجیل رضہ نے محفوظہ کو تعاقب کا حکم دیا۔ رومیوں نے کیچڑ کی جو سکیم مسلمانوں کے خلاف بنائی تھی۔ اس نے انہیں بھلے گنے نہ دیا۔ تقریباً دس ہزار رومی مارے گئے کچھ بیسان پہنچ گئے اور باقی مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے۔

جنگ بیسان اور فتح طبریہ وغیرہ

سیدنا عمرو بن العاص رضہ نے آگے بڑھ کر قلعہ بیسان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بیسان نے جزیہ کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ سیدنا شرجیل رضہ نے طبریہ پر قبضہ کر لیا۔

سیدنا عمرو بن العاص رضہ نے تمام حالات سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضہ کو مطلع کیا۔ اور لکھا

کہ رومیوں کا اجنادین کے مقام پر اجتماع ہو رہا ہے دربار خلافت سے حکم آیا کہ اجنادین پر حملہ کر دو۔ آپ نے چند دنوں میں اجنادین، نابلس، عمواس، غزہ اور یبنہ فتح کر لئے۔

سیدنا شرجیل رضؓ نے عکا اور صور کے قلعے فتح کئے اور سیدنا یزید رضؓ اور ان کے بھائی سیدنا معاویہ رضؓ نے جو ان کے ماتحت ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ صیدا، عرقہ، جبیل، اور بیروت پر قبضہ کر لیا۔ قیساریہ کا قلعہ سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ خلیفہ اسلام کے حکم سے سیدنا یزید رضؓ اور سیدنا معاویہؓ نے قیساریہ کا محاصرہ کر لیا مگر رومیوں کو سمندر کی طرف سے باقاعدہ کمک پہنچ رہی تھی جنگ یرموک کی وجہ سے یہ محاصرہ اُٹھا لیا گیا آخر قیساریہ ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ ۱۴ھ کے اختتام تک فلسطین، اُردن یروشلم اور قیساریہ کے سارا شمالی شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔

مرج الروم کی فتح

محرم ۱۴ھ مطابق مارچ ۶۳۵ء سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف اللہ جنگ کو وسعت دینے کیلئے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق کے جنوب مغرب میں ایک وسیع مرغزار تھا جسے مرج الروم کہا جاتا تھا۔ دمشق پر سیدنا یزید رضؓ بن سیدنا ابوسفیانؓ کا قبضہ تھا ان کو سیدنا عمر فاروق اعظم رضؓ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ اس کے ساحل کی طرف بڑھیں۔ ہرقل کو جب مسلمانوں کی اس نقل و حرکت کی اطلاعات پہنچیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان اب فلسطین اور اردن پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے تھیوڈرس نامی اپنے نئے سپہ سالار اور حمص میں موجود رومی لشکر کو حکم دیا کہ دمشق روانہ ہو جائیں۔ اس فوج کا قائد شنس نامی ایک رومی جنگجو تھا مسلمان مرج الروم پہنچے تو وہاں تھیوڈرس کو موجود پایا۔ اسی روز شنس بھی پہنچ گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تھیوڈرس چپکے سے کھسک گیا اس کا منصوبہ یہ تھا کہ شنس مسلمانوں کو الجھائے رکھے اور میں دمشق میں مسلمانوں کے مختصر دستے پر حملہ کر دوں۔ سیدنا یزید رضؓ بن سیدنا ابوسفیانؓ نے جب تھیوڈرس کی فوج کو حملہ آورانہ انداز میں دیکھا تو مجبوراً جنگ شروع

کرنا پڑی۔ مگر تھیوڈورس کی کئی گنا زیادہ فوج کے سامنے ان کے قدم اکھڑنے لگے اچانک عراق کا ہراول دستہ کمک کو پہنچ گیا اور اچانک خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے تھیوڈورس ان کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ رومی بے حساب مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کے اچانک پہنچنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ تھیوڈورس نے چالاکی سے دمشق پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ تھیوڈورس کو قتل کرنے اور اس کے لشکر کی پٹائی کرنے کے فوراً بعد اپنے محاذ پر پہنچ گئے۔ مارچ ۶۳۵ء مطابق ۱۴ھ میں یہ معرکہ لڑا گیا۔ اس شاندار فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو حمص پہنچنے کا حکم دیا۔

فتح حمص

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خود لبلبک کی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پرامن طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ اس فتح کے بعد حمص پہنچ گئے۔ محاصرے کے چند روز بعد اہل حمص نے وعدہ کیا کہ دس ہزار دینار اور ایک سو زربفت کی قبائیں دیں گے۔ معاہدہ تحریر ہونے کے بعد شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اہل حمص یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمان جو چیز لیتے ہیں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

اہل قنسرین سے معاہدہ

اہل قنسرین نے جب حمص کا حال سنا تو انہوں نے بھی ایسی ہی شرائط پر صلح کر لی۔ ان مقامات کے انتظامی امور سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے شمالی شام کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ مختلف مقامات پر کئی جھڑپیں ہوئیں اور مسلمانوں کو بے حساب مال غنیمت ملا اور بے حساب قیدی حمص کے

مقام پر جمع کئے جنھوں نے زر فدیہ دے کر اور جزیہ کا وعدہ کر کے آزادی حاصل کی۔

ان جھڑپوں میں کئی مہینے لگ گئے۔ مگر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی بہت بڑی فتح کی خوشخبری سننے کے متمنی تھے۔ انھوں نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مزید پیش قدمی کے لئے خط لکھا۔

حما، شیزر، افامیہ، معرۃ حمص کی فتوحات

وسط رمضان ۱۴ھ میں اسلامی لشکر حما کی طرف بڑھا۔ ان لوگوں نے بخوشی شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح شیزر، افامیہ، معرۃ حمص بھی فتح کر لئے گئے۔

دوبارہ حمص

شیزر کے مقام پر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں نے بتایا کہ رومیوں کی تازہ دم فوجیں قنسرین اور حمص کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اب دوبارہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر قرعہ فال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نام پڑا آپ حمص پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں بے حساب رومی لشکر پہنچ کر قلعہ بند ہو چکا ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار تھی اور رومیوں کی آٹھ ہزار مگر وہ قلعہ بند تھے۔

محاصرے کی تمام ذمہ داری سیدنا خالد سیف اللہ رض کے سپرد کی گئی۔ محاصرہ دو مہینے جاری رہا۔ مسلمان سخت سردی میں کھلے میدان میں تھے اور رومی مکانوں کے اندر قلعہ بند تھے۔ فروری ۶۳۶ء میں سیدنا فاروق اعظم رض کا حکم پہنچا کہ جیش عراق کو واپس عراق بھیج دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رض کے مقابلہ کے لئے مشہور ایرانی جرنیل رستم اپنی فوجوں کو جمع کر رہا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رض نے سیدنا ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کو عراق روانہ کر دیا۔ آپؓ کو اپنے رسالہ کی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا اس رسالہ سے آپ کو ایک قلبی لگاؤ تھا۔ اور آپؓ نے بڑی محنت سے اس کی تربیت کی تھی۔

رومیوں نے مسلمانوں کے ایک جیش کو محاصرہ چھوڑ کر جاتے دیکھا تو انہیں کچھ حوصلہ ہوا مگر محاصرہ بدستور جاری رہا۔ اب سردیوں کا موسم ختم ہو کر مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا رومیوں کے پاس رسد کا ذخیرہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ اس وقت رومی فوج کا سالار ہربیس تھا اس نے جرأت رندانہ سے کام لے کر ایک دن اچانک باب رستن سے باہر نکل کر مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو رومیوں کا حملہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اس رجلِ عظیم اور بطل جلیل رضؓ کا میدان جنگ میں پہنچنا تھا کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ بڑی خونریز جنگ کے بعد مغرب کے قریب ہربیس اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

رات کو سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ مختلف طریق کار زیر بحث آئے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آخر سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے ان کو مخاطب کر کے کہا اے ابو سلیمان رحؓ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم نے کوئی مشورہ نہیں دیا۔ یہ سن کر آپؓ نے کہا یا امیر! یہ رومی ان تمام رومیوں سے زیادہ بہادر ہیں جن سے اب تک سابقہ پڑا ہے۔ اے سپہ سالار! کل ہم کو یہ محاصرہ اٹھا لینا چاہیئے۔ اور اپنا تمام منصوبہ پیش کیا جو اگلی سطور میں سامنے آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی صلاحیتوں پر تمام مسلمانوں کو پورا اعتماد تھا۔ ان کے اس مشورے کے خلاف کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دوسرے روز مسلمان محاصرہ اٹھا کر چل نکلے۔ ہربیس نے پانچ ہزار چیدہ بہادروں کے جیش سے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی امید بر آئی انہوں نے پلٹ کر رومیوں کو تلواروں کی دھار پر رکھ لیا۔ مسلمانوں کے دو دستے سیدنا خالد سیف اللہؓ کی ہدایت کے مطابق رومیوں

کے عقب میں پہنچ گئے۔ رومی بڑی بہادری سے لڑے۔ عقب سے سیدنا معاذ بن جبلؓ بھی پانصد کا جیش لے کر پہنچ گئے سیدنا خالد سیف اللہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ہربیس تک پہنچ جائیں مگر ایک تنومند اور قوی ہیکل رومی پہلوان نے ان کا راستہ روک لیا۔ آپؓ نے تلوار سے اس پر حملہ کیا مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ بیشتر اس کے کہ رومی آپ پر حملہ کرتا آپؓ اس سے لپٹ گئے۔ اور اس دیو ہیکل رومی کو اس طرح بھینچا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور وہ بے دم ہو کر مر گیا آپؓ نے اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار لے کر میدان میں گونجنا شروع کر دیا۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔ صرف ایک سو جان بچا کر بھاگ سکے۔ مسلمان ۲۳۵ شہید ہوتے۔ دوبارہ جب مسلمانوں نے واپس پہنچ کر حمص کا محاصرہ کیا تو رومی گھبرا اٹھے۔ انہوں نے مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ہر اس رومی لشکر کو شکست دی جو ہرقل نے ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ان شکستوں سے متاثر ہو کر ہرقل نے اب از سر نو اپنی فوج کی تنظیم کی۔ اور اگر مسلمان احتیاط سے کام نہ لیتے تو انہیں واپس صحرائے عرب میں دھکیل دیا جاتا۔

جنگ یرموک

یرموک اور قادسیہ کی جنگیں دنیا کی بڑی جنگوں میں سے نہیں بلکہ دنیا کی سب سے بڑی جنگیں ہیں اور یہ دونوں جنگیں حضور خاتم النبین والمعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تعبیر ہیں جو غزوہ احزاب کے موقع پر ایک چٹان توڑتے ہوئے جب اس چٹان سے چنگاریاں نکلی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے کلمات مقدس ارشاد فرمائے تھے۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے روم اور ایران کی کنجیاں دی ہیں۔ اور اللہ کی شان کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ " مجھے " کی تفسیر سیدنا فاروق اعظم رضہ ثابت ہوئے۔ جن کے ہاتھوں قادسیہ اور یرموک کے معرکے سر ہوئے۔ بلکہ اس کلمہ مقدس " مجھے " کی تفسیر وہ تمام غازی، مجاہد اور

شہید ہیں۔ جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا تاریخ وسیرت کی کتب کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سعادت سے اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک آدھ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو محروم نہیں رکھا۔

جس خطہ کو یرموک کا میدان جنگ بننا تھا وہ ایک ایسے محل وقوع پر واقع ہے کہ جہاں متحارب گروہوں کے لئے قدرتی طور پر آسانیاں تھیں۔ رومیوں کے لئے بحیرہ روم ایک پناہ گاہ تھی اور مسلمانوں کے لئے صحراء کی وسعت، گویا اس رزم گاہ میں متحارب گروہوں کو اپنے اپنے طور پر پوری سہولیات حاصل تھیں۔

رومی سلطنت کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا۔ اور اس کی سلطنت میں سب سے زرخیز خطہ شام کی سرزمین تھی۔ وہ اس سے پہلے شمال کے بربروں، کیشیا کے ترکوں اور ایران کے مہذب ترین مجوسیوں کو شکست دے چکا تھا۔ مگر اب اسے کڑوے گھونٹ پینے پڑ رہے تھے۔ شام میں متعدد معرکوں میں اس کی تربیت یافتہ رومی فوج عرب کے "غیر متمدن" لوگوں سے شکستوں پہ شکستیں کھا چکی تھی اس نے بڑی دور اندیشی سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اپنے مشہور جرنیل قناطیر کو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا راستہ روکنے کا حکم دیا۔

دوسرا فوجی جرنیل جبلہ کو حمص کی طرف بھیجا۔

تیسرے فوجی جرنیل دیربان کو حکم دیا کہ وہ ساحل سمندر اور حلب کی طرف آگے بڑھ کر جبلہ کی مدد کرے

چوتھے فوجی جرنیل کو حکم دیا کہ دیرجان جب مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو اس کی مدد کرے۔

تمام رومی فوج کے سالارِ اعظم ماہان کو حکم دیا کہ حسب ضرورت ہر جرنیل کو فوجی کمک پہنچائے۔

اس طرح ہرقل نے بزعم خویش مسلمانوں کی فوج کو ایک طرح سے حصار میں لے لیا تھا۔ تمام پادری صلیبیں اٹھائے مختلف محاذوں پر پہنچ گئے۔

مسلمانوں کو پہلی مرتبہ سیزر کے مقام پر رومی قیدیوں کے ذریعے ہرقل کے اس منصوبے کی خبر پہنچی۔ وہ عجیب شش و پنج میں پڑ گئے۔ اس کے بعد جو اطلاع بھی انہیں پہنچی پہلی سے بدتر تھی

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کو مشورہ دیا کہ رومیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ صحرا کے قریب قائم کیا جائے۔ اور تمام مفتوحہ علاقوں سے اسلامی فوجوں کو اس مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ یہ حکم تمام سالاروں کو بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مفتوحہ اور مقبوضہ علاقے کے ذمیوں سے جو رقم جزیہ کے طور پر لی گئی تھی انہیں واپس کر دی جائے اس حکم پر جب مسلمان سالاروں نے عمل کیا تو مقبوضہ مقامات کے ذمیوں نے ان کی واپسی کے لئے جی بھر کر دعائیں کیں۔ تاریخ عالم میں یہ ایک منفرد مثال ہے۔ مسلمانوں کا اندازہ تھا کہ رومی فوج کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے لئے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ ایک نے یہ تجویز پیش کی اسلامی فوج واپس عرب جا کر رومیوں کے طوفان ٹلنے تک انتظار کرے۔ مگر یہ تجویز رد کر دی گئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہر چہ بادا باد یہیں اور ابھی جنگ لڑی جائے۔ فتح دینے والا اللہ ہے۔ اس تمام بحث کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے آخر سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے آپ کو مخاطب کر کے کہا اے ابو سلیمان! تم ایک جرأت مند باعزم اور سمجھدار انسان ہو مگر تم ابھی تک خاموش ہو آپ نے جواب میں کہا یا امیر! میری رائے پوچھ رہے ہیں میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ تمام فوج کو یرموک کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جائے اس طرح خلیفہ کی طرف سے کمک بھی آسانی سے پہنچ سکے گی۔ اور آپ کے سامنے لڑنے کے لئے ایک وسیع میدان ہو گا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے مشورہ کے مطابق لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ آپ کو چار ہزار سواروں کے متحرک رسالے کے ساتھ عقب میں چھوڑا گیا۔ آپ نے عقب سے آگے بڑھنے والے رومی دستوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ اس مقام پر پہنچ گئے جو تاریخ عالم میں یرموک کے نمایاں لفظوں سے مرقوم ہے۔ جلد ہی سیدنا شرحبیل رضؓ، سیدنا عمرو بن العاص رضؓ اور سیدنا یزیدؓ بن سیدنا ابو سفیانؓ کی فوجیں پہنچ گئیں۔ چند روز کے بعد رومی لشکر بھی پہنچنا شروع ہو گیا۔ ابھی رومیوں نے پوری طرح اپنے مورچے قائم نہیں کئے تھے کہ ہرقل کا قاصد

ماہان کے پاس پہنچا۔ اور ہرقل کا پیغام پہنچایا کہ اس وقت تک جنگ شروع نہ کی جائے جب تک پرامن مذاکرات کے تمام ذرائع کامیاب ثابت نہ ہوں چنانچہ ماہان نے جرجیر کو سیدنا ابو عبیدہ رضہ کے پاس بھیجا۔ جرجیر نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مسلمان وہ تمام مال و متاع لے جا سکتے ہیں جو شام میں انہوں نے حاصل کیا ہے۔ مگر اسلامی سپہ سالار نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد ماہان نے جبلہ کو بھیجا۔ جبلہ عرب تھا۔ اس نے صلح کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد جبلہ اپنے عرب لشکر کو لے کر بھاری اسلحہ سے لیس وسط جولائی ۶۳۶ء میں مسلمانوں کی طرف بڑھا مگر شکست کھائی۔ مسلمانوں کو چھ ہزار کی مزید کمک پہنچ گئی اب مسلمان فوج کی تعداد چالیس ہزار کے کے قریب پہنچ گئی جس میں ایک ہزار اصحابؓ رسول تھے اور ایک سو بدری صحابی تھے۔ جن میں حواریئے رسولؐ سیدنا زبیر رضہ بھی شامل تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان میں سیدنا ابو سفیانؓ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہ رضہ بھی شامل تھیں۔ مہینہ بھر دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ اب ماہان خود صلح کا پیغام لے کر پہنچا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے گفتگو کی جو ناکام رہی۔ بقیہ تمام دن اور تمام رات فریقین بے چینی سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

میدان جنگ وادی الرقاد اور دریائے یرموک کی گھاٹی کے درمیان تھا۔ ایک طرف جبل الجموعہ تھا۔ جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ ماہان نے دو لاکھ کے لشکر چار برابر حصوں میں تقسیم کر کے بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ دائیں طرف کی کمان جرجیر کے سپرد کی اور بائیں طرف کی کمان قناطیر کے سپرد کی۔ قلب میں دیرجان تھا۔ اور ماہان اپنی ارمینی فوج کے ہمراہ قلب کے پچھلے حصے میں تھا۔ ۱۲ میل کے لمبے محاذ پر جبلہ کے عیسائی عرب سوار سب سے آگے تھے۔ جرجیر کے تیس ہزار فوجیوں نے دس دس ٹکڑیوں میں اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کو بھی بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ مگر ان کی بشکل تین صفیں بن

سکیں۔ اوران کے مقابلے میں عیسائی لشکر کی بارہ سے لے کر پندرہ تک صفیں تھیں اب لڑائی کا توازن گویا ایک اور چار بلکہ ایک اور پانچ تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضؓ ایک کامیاب ترین سپہ سالار تھے۔ مگر اس موقع پر انہوں نے اپنے تمام فرائض سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیئے۔ تمام جیوش کے کمانداروں کو طلب کر کے کہا کہ اب سپہ سالار اعلیٰ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے پیادہ فوج کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک میں آٹھ نو سو سپاہی تھے۔ دس ہزار سواروں کے رسالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصے میں دو ہزار سوار تھے اور چار ہزار سواروں کا متحرک رسالہ اپنی ذاتی کمان میں رکھا۔ میسرہ پر سیدنا یزیدؓ بن سیدنا ابوسفیانؓ کو مقرر کیا۔ میمنہ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے حوالے کیا۔ قلب میں سیدنا ابو عبیدہؓ اور سیدنا شرجیلؓ رہے۔ دیگر فوجی افسروں میں سیدنا عکرمہؓ سیدنا عبدالرحمٰن بن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جیسے جانباز مجاہد تھے۔ قلب کے پیچھے سیدنا خالد سیف اللہؓ کا اپنا رسالہ تھا۔ آپ نے سختی سے ہدایت کی کہ ابتدا میں صرف دفاعی جنگ لڑنا تاوقتیکہ رومی تھک کر چور نہ ہو جائیں۔

عورتوں اور بچوں کو عقبی فوج کے پیچھے خیموں کی ایک قطار میں رکھا گیا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ نے ان خیموں میں گھوم کر مسلم خواتین کو کہا تم خیموں کے ڈنڈے تیار رکھو اور پتھر جمع کر لو اگر ہم جیتیں تو سبحان اللہ اور اگر کوئی مسلمان بھاگ کر خیموں کی طرف آئے تو اسے ڈنڈوں سے پیٹو اور ان پر پتھر برساؤ۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے بارہ میل لمبے محاذ کا ایک چکر لگایا اور ہر کماندار کو مناسب ہدایات دیں۔ ایک سپاہی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ رومی لشکر کس قدر زیادہ ہے۔ آپؓ نے اسے مخاطب کر کے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی جس کا ترجمہ

"کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کی مرضی سے غالب آگئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔"

اور یہ مشہور تاریخی فقرہ بھی اسی موقع پر آپ کی زبان سے نکلا کہ اگر میرے گھوڑے کے پاؤں

مضبوط ہوتے تو میں رومیوں کو کہتا کہ اس سے دگنا لشکر لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین کی انتہا یہ اگست کے تیسرے ہفتے کی ایک گرم رات تھی۔ تمام رات مسلمان سورہ انفال کی تلاوت کرتے رہے اور اپنے اسلحہ کو صاف کرتے رہے۔

اگلی صبح اس صدی کی ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کی وہ عظیم جنگ لڑی جانے والی تھی جس میں شامل ہر فرد بشارت رسول کی تعبیر تھا۔ جس کے ہر فرد کو چار یا پانچ رومیوں سے نبرد آزما ہونا تھا۔ ہلال و صلیب کے درمیان سب سے عظیم اور مہیب جنگ۔

جنگ یرموک کا پہلا دن

دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہیں۔ مکمل خاموشی ہے پتا ہلنے کی آواز بھی نہیں آتی۔ صرف دل کی دھڑکنوں کی آواز ہے۔ متحارب فوجوں کے اڑھائی لاکھ کے قریب جوانمردوں کو معلوم ہے کہ یہ جنگ فیصلہ کن ہے۔ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ رومیوں کو اپنی تعداد پر ناز تھا مگر گذشتہ جنگوں کے مشاہدہ نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ نتیجہ الٹ بھی نکل سکتا ہے۔

اچانک رومی لشکر سے جرجہ نامی ایک سالار اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھا اس نے بلند آواز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ آپ آگے بڑھے لوگوں نے دیکھا کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئی ہیں۔ دونوں فوجیں دم بخود ہیں کہ ان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔

جرجہ نے پوچھا اے خالد! کیا یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک تلوار تمہارے پیغمبر کو بھیجی ہے اور انہوں نے وہ تلوار تمہیں دی ہے اور جب تم اس تلوار کو نکالتے ہو تو فتح تمہاری ہوتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ کی داستان سنائی۔ جرجہ خاموشی سے سر جھکائے سنتا رہا۔ اور آخر پوچھا کہ تم مجھ سے کیا مطالبہ کرتے ہو۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا۔ شہادت دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ جرجہ نے پوچھا اگر کوئی تمہارے دین میں نیا نیا داخل ہو تو اس کی حیثیت کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کلمہ پڑھتے ہی سب مسلمانوں کے برابر سمجھا جائے گا۔ یہ سن کر جرجہ ایمان لے آیا۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا۔ اللہ کی شان چند گھنٹے بعد یہ نومسلم بڑی جرأت سے لڑتا ہوا مرتبہ شہادت پر فائز ہو گیا۔ اس کے قبول اسلام کو مسلمانوں نے نیک فال سمجھا۔

اب مبارز طلبی کا دور شروع ہوا۔ رومی فوج سے بہترین جنگجو میدان میں اترے اور مسلمان مجاہد مقابلے کے لئے نکلے۔ تقریباً تمام رومی جنگجو مارے گئے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن سیدنا صدیق اکبر کے ہاتھوں پانچ رومی قتل ہوئے۔ دوپہر تک یہ مقابلے جاری رہے۔ رومی سپہ سالار اعظم ماہان نے فیصلہ کیا کہ تمام محاذ پر جنگ شروع کر دی جائے۔ چنانچہ رومیوں کی دس اگلی صفوں نے میدانِ جنگ میں پیش قدمی کی۔ چنانچہ اس انسانی سیلاب نے بظاہر مسلمانوں کی صفوں کو ڈھانپ لیا۔ مگر مسلمانوں نے بڑی شدت سے رومیوں کے حملے کو روکا۔ غروب آفتاب کے وقت پہلے دن کا معرکہ ختم ہو گیا۔ رات امن سے گزری مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ ان کی مرہم پٹی کی رات کا بیشتر حصہ تلاوت اور دوسرے دن کی جنگی تیاری میں گزرا۔ ادھر ماہان نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا اور فیصلہ ہوا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ ماہان ایک ٹیلے پر دو ہزار آدمیوں کے محافظ دستے کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

جنگ کا دوسرا دن

رومیوں نے عین نماز فجر کے وقت حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ اس اچانک حملے سے بچاؤ کے لئے تیار تھے۔ جب تک اسلامی لشکر اپنے مقامات پر پہنچتا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پورے محاذ پر رومیوں کو روکے رکھا تناظر نے پے درپے تین حملے کئے۔ مسلمانوں کی قوت مدافعت ٹوٹ گئی۔ کچھ لوگ پڑاؤ کی طرف پسپا

ہوتے اور کچھ سیدنا شرجبیل رضؓ کے جیش سے جا کر مل گئے۔ یہ دیکھ کر سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے اپنے دو ہزار سواروں کے رسالے کے ساتھ رومیوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر رومیوں کے انسانی سیلاب کے سامنے ان کے دو ہزار سوار بھی ٹھہر سکے اور اپنے پڑاؤ کا رخ کیا مگر آگے مسلم خواتین خیموں ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھیں۔ وہ چلا چلا کر کہنے لگیں ان پر اللہ کی لعنت جو دشمن سے بھاگتے ہیں۔ بعض عورتوں نے جھپٹ کر ان کے گھوڑوں کو اور ان کو ڈنڈوں سے پیٹا۔ یہ بے عزتی غیور جنگجو برداشت نہ کر سکے اور پلٹ کر سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کے جیش میں شامل ہو گئے۔ اور جوابی حملہ کر کے جرجیر کے لشکر کو پسپا کر دیا۔ رومیوں نے دوسرا حملہ سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضؓ کے جیش پر کیا۔ سیدنا یزید رضؓ کا جیش بھی پسپائی پر مجبور ہو گیا۔ اس جیش میں سیدنا یزید رضؓ کے باپ سیدنا ابوسفیان بھی تھے۔ سیدہ ہندہ اور سیدہ خولہ رضؓ نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر رومیوں پر حملہ کیا۔ اب عورتیں بھی ان میں شامل تھیں جن کی کمان سیدہ ہندہ رضؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اسی دار وگیر میں دوپہر ہو گئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے متحرک رسالے کو لے کر آگے بڑھے۔ انہوں نے پہلے قناطیر کے دستے پر حملہ کیا۔ جوں ہی میمنہ کی حالت سنبھلی آپ نے سیدنا ضرار رضؓ کو حکم دیا کہ دیرجان کی فوج پر حملہ کریں۔ رومی پسپا ہونے لگے مگر سلاسل کی وجہ سے ان کی پسپائی کی رفتار نہایت سست تھی۔ نیم برہنہ مرد کارزار سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے دیرجان کو ہلاک کر دیا۔ مگر اس کے فوراً بعد رومیوں نے ان پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے رومیوں کا میمنہ اور میسرہ کسی حد تک پسپائی پر مجبور ہو گیا تھا۔ رات آئی اور گذشتہ رات کی طرح مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ یہ دو دن مسلمانوں نے صرف دفاعی جنگ لڑی ساہان نے رات کچھ بے چینی سے گزاری۔ دیرجان کی جگہ قورین کو سالار مقرر کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ اگلے روز مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جائے۔

جنگ کا تیسرا دن تیسرا دن جنگ کی آگ خوفناک شدت سے بھڑک اٹھی قورین کی

فوج نے سیدنا ابو عبیدہ کے جیش پر شدت سے حملہ کیا۔ مگر اس کا اصلی ہدف سیدنا شرجیل رضی
اور سیدنا عمرو بن العاص رضی کے جیش تھے۔ شروع شروع میں دونوں مسلمان سالاروں نے بڑی
جوانمردی سے قورین کے حملے کو روکا مگر آخر میں ان کی صفوں میں سے شگاف پڑنے شروع ہو گئے۔
مسلمان خواتین ایک بار پھر ڈنڈوں سے لیس ان کے استقبال کو موجود تھیں۔ ایک مسلمان
نے چیختے ہوئے کہا رومیوں کا سامنا کرنا ان عورتوں کا سامنا کرنے سے زیادہ آسان ہے مسلمانوں
نے از سر نو نیا محاذ مرتب کر کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی جنہیں آگے چل کر
فاتح مصر بننا تھا بڑی جی داری سے حملہ کیا۔ اس مرحلہ پر ایک مسلمان خاتون دوڑتی ہوئی سیدنا
خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور چیخ کر کہا یا امیر! فوج اپنے قائدین کے حوصلے پر
لڑتی ہے۔ اگر کوئی قائد ہی لڑائی سے منہ موڑ لے تو لشکر کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے اس خاتون کو
یقین دلایا۔ کہ مسلم فوج کے قائد رومیوں سے نہیں ہاریں گے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ
نے اپنے رسالے سے ایک طرف سے اور سیدنا عمرو بن العاص اور سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے اپنی
پیدل فوج سے دوسری طرف سے حملہ کیا۔ رومی ایک چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ سینکڑوں
مسلمان شہید ہوتے مگر شام ہونے سے پہلے رومیوں کو واپس محاذ کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو
گئے۔ اس روز رومیوں کا بے حساب جانی نقصان ہوا۔ ماہان نے اپنے افسروں کو سخت سست
کہا۔ انہوں نے اگلے روز بہتر کارگزاری کا وعدہ کیا۔ مسلمان زخمی سپاہی عقب میں بھیج دیئے گئے
اور مسلمان خواتین نے تمام رات ان کی مرہم پٹی میں گزاری۔

لڑائی کا چوتھا روز

چوتھے روز رومیوں نے اپنی پوری طاقت سے تمام فوج کو جنگ
کی بھٹی میں جھونک دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اس نتیجہ پر پہنچ
چکے تھے کہ آج یا کبھی نہیں رومی قتل ہو ہو کر گر رہے تھے اور تازہ دم ان کی جگہ لے رہے تھے۔
مگر مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔ صف اول کے تیر اندازوں کو سب سے زیادہ نقصان
پہنچ رہا تھا۔ مسلمان اب صرف بیس ہزار جنگ کے قابل رہ گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی ان کو

ازسرنو پانچ پانچ سو کے جیوشوں میں تقسیم کر کے نئے انداز سے حملہ کیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ اپنے میمنہ کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ قناطیر کی سلافی اور آرمینی فوجوں نے ان کے حملے کو روک کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اسبار مسلمان اپنی عورتوں کے طیش کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھے وہ اپنے اپنے مقام پر ڈٹے رہے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس روز جسطرح شمشیر زنی کے جوہر دکھائے گئے وہ اپنی مثال آپ تھے۔ سیدنا شرجیل رضؓ کے محاذ پر آرمینیوں کا پلہ بھاری نظر آرہا تھا۔ یہی وقت تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے سیدنا ابو عبیدہ رضؓ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیان کو کہا کہ بلا توقف رومیوں پر حملہ کر دیں۔ آپ نے اپنے رسالے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ سیدنا قیس بن ہبیرہ کے سپرد کیا۔ اور دوسرے حصے کو لے کر سیدنا شرجیل سے جنگ میں مشغول رومیوں کے پہلو کی طرف حملہ آور ہوئے۔ عیسائی عربوں کا سخت جانی نقصان ہوا۔ آرمینیوں کے پیچھے ہٹتے ہی آپ سلافیوں پر حملہ آور ہوئے اسی طرح مسلمان میسرے پر رومی حاوی ہوتے چلے جارہے تھے۔ تمام محاذ پر رومی تیر اندازوں نے اپنی تیر اندازی سے فضا کو ڈھانپ دیا۔ سات سو مسلمان اپنی ایک ایک آنکھ سے محروم ہو گئے۔ یرموک کی جنگ کا چوتھا روز آنکھ پھوٹی جنگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس دن کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ سیدنا ابو سفیان رضؓ ایک آنکھ کا نذرانہ غزوہ حنین میں پیش کر چکے تھے اور دوسری آنکھ یہاں قربان کر دی۔ بلاشبہ اسلامی فوج کے لئے جنگ یرموک کا یہ سب سے برا دن تھا۔ رومی تیر اندازوں کی مار کے مقابلے میں مسلمان تیر اندازوں کی مار کم تھی۔ اس لئے سیدنا ابو عبیدہ رضؓ اور سیدنا یزید رضؓ نے رومی تیر اندازوں کی زد سے بچنے کے لئے پسپائی اختیار کی۔ اور دوبارہ آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی۔ تیروں کے زخموں اور پھوٹی آنکھوں کی وجہ سے مسلمان کافی پریشان ہوتے۔ ماہان جرجیر اور قورین نے ان حالات کا جائزہ لے کر ازسرنو حملے کا حکم دیا۔ سوائے سیدنا عکرمہ رضؓ کے جیش کے تمام جیوش پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ سیدنا عکرمہ رضؓ نے اپنے جیش سے مرنے کی بیعت لی۔ چار سو مجاہدوں نے مرنے کی بیعت کی

آپ ان چار سو مقعہد مسلمانوں کو لے کر رومی فوج کے سمندر میں گھس گئے۔ ان چار سو میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچا اور جو بچا وہ بھی شدید زخمی حالت میں تھا۔ سیدنا عکرمہ اور ان کے فرزند سیدنا عمرو رضہ کو مہلک زخم پہنچے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضہ اور سیدنا یزید کی کمک کے لئے خیموں سے خواتین بھی پہنچ گئیں ان خواتین نے سمجھ لیا تھا کہ جنگ کا یہی مرحلہ فیصلہ کن ہے۔ یہ واردات اس محاذ پر رومیوں کے فرار پر منتج ہوئی۔ مسلمانوں نے جب عورتوں کو رومیوں سے دست بدست جنگ میں مشغول پایا تو وہ غیض و غضب کا لاوا بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اب جنگ نے ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ ہر سپاہی فوق البشر طاقت سے اپنے مقابل سے ٹکرا رہا تھا کوئی سالاری کوئی ہدایت کوئی نظم باقی نہ رہا تھا سیدنا ابو عبیدہ اور سیدنا یزید رضہ کے جیشوں نے نہایت غضب ناک انداز میں رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ جنگ سہ پہر کے آخری حصے میں تمام محاذوں پر اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔ کسی کو کسی کی تمیز نہ تھی کون سالار ہے اور کون عام سپاہی۔ کئی رومی مسلمان عورتوں کے ہاتھوں داصل بجہنم ہوئے۔ سیدہ خولہ نے ایک رومی جنگجو پر حملہ کیا مگر رومی نے ان کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ اور وہ گر پڑیں۔ جب رومی پیچھے دھکیل دیئے گئے اور عورتوں نے سیدہ خولہ کو دیکھا تو وہ مردہ نظر آئیں۔ سیدنا ضرار رضہ کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر وہ شام سے پہلے نہ مل سکے۔ جب انہیں اپنی پیاری بہن کی شہادت کا علم ہوا تو بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

شام ہوتے ہی لڑائی ختم ہو گئی۔ اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مستقر پر پہنچ گئیں۔ یہ ایک دہشت ناک دن تھا۔ جسے مسلمان زندگی بھر نہ بھولے۔ رومیوں کو اس بات کا سخت رنج تھا کہ فتح ہوتے ہوتے رہ گئی۔ مردان سلاسل کا سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ آرمینی اور عیسائی عرب بھی ہزاروں کی تعداد میں کھیت رہے مسلمانوں کا بھی گذشتہ دنوں سے زیادہ نقصان ہوا۔ مجروحین کی تعداد زخمی نہ ہونے والوں سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضہ مطمئن تھے۔ ان کی وہبی حربی صلاحیتیں دیکھ رہی تھیں کہ سیلاب گزر چکا ہے۔ اب آخری چوٹ کا کام ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا ایک مظاہرہ

اس روز سیدنا شرجیل رضؓ نے اچانک دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پریشان ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی سرخ ٹوپی کہیں کھو گئی ہے۔ مزید تفحص سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے موئے مبارک منڈوائے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ موئے مبارک اٹھا لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا خالد رضؓ! تم ان کو کیا کرو گے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مقدس بالوں کے ذریعے دشمن سے لڑتے وقت طاقت حاصل کروں گا۔ یہ سن کر حضور اکرم نے فرمایا تم اس وقت تک کامیاب رہو گے جب تک یہ تمہارے پاس ہیں۔ وہ موہائے مبارک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں سلوا رکھے تھے۔ جس کی گمشدگی پر آپ اس قدر پریشان ہوئے۔ آخر آپ کو اپنی ٹوپی مل گئی۔ اندھیرا چھا چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے محاذ پر خون آلود زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ایک زانو پر ان کے محبوب دوست، چہیتے عزیز اور بچپن کے ساتھی سیدنا عکرمہ کا سر تھا اور دوسرے زانو پر سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے جوانمرد فرزند سیدنا عمرو کا سر تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پاس پڑے لگن میں اپنی انگلیاں تر کر کے باپ بیٹے کے منہ میں قطرہ قطرہ پانی ڈال رہے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دونوں باپ بیٹا ایک ہی ساعت میں فردوس بریں کو سدھار گئے یہ رات بھی حسب معمول گزر گئی۔ اس سے پہلے طریقہ یہ تھا کہ ہر رات کو کسی نہ کسی سالار کو چوکسی کے لئے مقرر کیا جاتا۔ مگر اس رات سالار اعظم سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تمام سالاران لشکر اور تمام لشکری زخموں سے نڈھال ہیں یا سخت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے چپکے سے خود ہی یہ فرض اپنے ذمہ لے لیا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بارہ میل لمبے محاذ پر جہاں سے بھی ان کا گزر ہوا۔ ہر سالار کو چوکس پایا۔ حواریئے رسول سیدنا زبیر رضؓ معہ اپنی زوجہ کے گھوڑے پر سوار گشت لگا رہے تھے۔

لڑائی کا پانچواں دن

پانچواں دن متحارب فوجیں اپنے اپنے مقام پر صف آرا ہوگئیں۔ آج کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر ایک صحیح سالم سپاہی اپنی صف میں کھڑا تھا تو اس کے ساتھ ایک مجروح بھی کھڑا تھا۔ بعض تو بصد مشکل کھڑے ہو رہے تھے۔ تقریبًا دو گھنٹے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے چپ چاپ کھڑی رہیں اچانک رومی فوجوں کی صف سے ماہان کا ایلچی نمودار ہوا۔ وہ چند روز کی عارضی صلح کی تجویز لے کر آیا تھا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس تجویز کو قبول کرنے پر قریب قریب آمادہ تھے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایلچی کو جواب دے دیا کہ ہم اس معاملے کو جلد ختم کرنا چاہتے ہیں یہ تمام دن بغیر جنگ کے گزر گیا۔ دونوں طرف کی افواج کے سالار اپنی اپنی فوج کی تنظیم نو اور ترتیب میں مشغول رہے۔

لڑائی کا چھٹا دن

رجب ۱۵ھ اگست ۶۳۶ء کا چوتھا ہفتہ تھا۔ صبح دونوں فوجیں نہایت خاموشی سے ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئیں۔ مگر ہر طرف بالکل سناٹا طاری تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس خاموشی کے اندر خاک و خون اور آتش و آہن کے کس قدر طوفان پوشیدہ ہیں۔

جبل الاذور پر طلوع آفتاب کا منظر نکھر رہا تھا کہ لشکر سلاسل کا قائد جرجیر رومی قلب سے آگے بڑھا۔ اور مسلمانوں کے قلب لشکر کے سامنے آکر پکارا کہ مسلمانوں کا سالار اعظم سامنے آئے یہ سن کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ انہیں روکنے لگے مگر وہ نہ رُکے اور کہا اگر میں شہید ہو جاؤں تو فوج کے سالار اعلیٰ تم ہو گے۔ غرضیکہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جرجیر سے نبرد آزمائی شروع ہوگئی۔ دونوں غضب کے شمشیر زن تھے متحارب فوجیں دم سادھے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ جرجیر گھوم کر پیچھے ہٹنے لگا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے گئے جرجیر یک لخت پلٹ کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر وار کرنا چاہا مگر ابھی اس کی تلوار علم تھی کہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اسے ڈھیر کر دیا آپ چند لمحات گھوڑے

پر خاموش بیٹھے رومی جرنیل کے وسیع قدوقامت کو دیکھ کر متعجب ہوتے رہے۔ پھر اس کے مرصع اور جڑاؤ بکتر اور اسلحہ کو وہیں چھوڑ کر وہ درویش سپاہی اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن العاص رض کو ساتھ لے کر رومی لشکر پر حملہ کر دیا اور رومی میسرے کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ اور سیدنا عمرو بن العاص رض بھی پہنچ گئے۔ اور رومیوں کا سواروں پر مشتمل یہ جیش بھاگ نکلا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا منصوبہ یہ تھا کہ رومی سواروں کو بھگا دیا جائے پھر پیدل فوج سے نپٹنا آسان ہوگا۔ ماہان نے رومی رسالے کو پھر جمع کر کے قلب لشکر کے عقب میں جمع کر لیا۔ مگر بھاری بھرکم اسلحہ سے لیس رومی رسالہ مسلمانوں کے ہلکے پھلکے اسلحہ سے لیس رسالہ کے مقابلہ میں کوئی بہتر ین کارگزاری نہ دکھا سکا۔ اس روز کے معرکے کی خاص بات یہ تھی کہ نیم برہنہ مرد کارزار اس میں شامل نہیں تھا۔ اور مسلمانوں کی نظریں ہر طرف ان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ رومیوں میں آرمینی فوج نے بڑی مضبوطی سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ایک چکر کاٹ کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوئے۔ آرمینی ایک طرف بھاگ نکلے ان کے خیال میں وہ راستہ محفوظ تھا۔ دراصل سیدنا خالد سیف اللہ رض نے ایک ایسی جنگی چال چلی تھی کہ رومی فوج نے اپنے تینوں اطراف میں مسلمان دستوں کو موجود پایا۔ صرف ایک طرف انہیں کھلی نظر آ رہی تھی۔ جب آرمینی فوج کے ساتھ سلافی فوج کے پسماندگان بھی وادی الرقاد کی طرف بھاگ نکلے۔ تو باقی رومی فوج حوصلہ ہار گئی اور بڑے منظم انداز میں پسپا ہونا شروع ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی وقت کے منتظر تھے۔ انہوں نے اپنے محفوظ کے تازہ دم دستوں کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب کرو۔ ابھی سورج پوری بلندی پر نہیں پہنچا تھا کہ پوری رومی فوج جو پیدل دستوں پر مشتمل تھی۔ میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔ مسلم رسالہ کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ رومیوں کے فرار کا شمالی راستہ بند کر دیا جائے اگرچہ ہزاروں رومی شمال کی طرف بھاگنے میں کامیاب

ہو گئے مگر باقی نے وادی الرقاد کی طرف رخ کیا۔ وادی الرقاد کی جس ڈھلان کو رومیوں نے بھاگنے کیلئے منتخب کیا اس کی چوٹی کے پیچھے نیم برہنہ مرد کارزار اپنا جیش لے کر موت کی شکل میں ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ جلد ہی رومیوں پر پتھروں کی بوچھاڑ نازل ہو گئی۔ اگر کوئی رومی ہمت کر کے اوپر چڑھا تو تلوار کا لقمہ اجل بن گیا۔ اب صورت یہ تھی کہ اگر ایک رومی زخمی یا مردہ حالت میں نیچے لڑھکتا تھا تو اپنے ساتھ پندرہ بیس کو نیچے لڑھکانے کا سبب بنتا تھا۔ اس لحاظ سے ایک ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ گویا تمام رومی

پتھروں پر لڑھکنیاں کھاتے نیچے گہرے کھڈ میں گر رہے ہیں۔ ان کی چیخ و پکار سے فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ جو رومی ابھی وادی کے دوسرے کنارے پر تھے۔ جب انہوں نے اپنے سامنے کی ڈھلان پر یہ منظر دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پیچھے مسلمان فوج تھی سامنے بھاگنے کا راستہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر سنبھالا اور تعاقب کرنے والے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ دوپہر ڈھل رہی تھی۔ رومی اپنی دو تہائی فوج کھو چکے تھے۔ مسلمانوں کی اجتماعی نفری اب تیس ہزار کے لگ بھگ رہ گئی تھی۔ جن میں سے نصف سے زیادہ زخمی تھے۔ مگر جنگ کا گویا اب آخری مرحلہ تھا۔ رومی سنبھل چکے تھے۔ مگر وہ ایسی تنگ جگہ میں ٹھنسے ہوئے تھے کہ اپنا اسلحہ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی پہلی صف جان توڑ کر لڑی مگر بے سود۔ مسلمان آگے بڑھتے رہے تلواروں سے تلواریں اور تیروں سے تیرے ٹکراتے رہے جو گرتا اپنے ہی فوجیوں کے پاؤں تلے روندا جاتا۔
سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اپنا مورچہ سر کر کے وادی الرقاد کے اس کنارے پر پہنچ گئے۔ جہاں رومی زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے تھے۔ رومیوں کے لئے سب سے خطرناک انکا اسلامی کا جیش ثابت ہوا۔ اگر اس کی ٹکڑی میں ایک مر گیا تو اس نے باقی نو کے لئے ہلاکت کا راستہ ہموار کر دیا۔ اور دوسرے بچ کر بھاگ نکلنے والوں کے لئے بھی وہ سد راہ ثابت ہوتے۔

مسلمانوں کا خونخوار حملہ اتنا تیز تھا کہ رومی فوج کا بچا کھچا حصہ دوبارہ گھاٹی کے کنارے دھکیل دیا گیا۔ آخر وہ لوگ قطار در قطار کھڈ میں گر کر مرنے لگے ان کی دل ہلا دینے والی چیخوں سے فضا مرتعش ہو رہی تھیں۔ اب سورج غروب ہو رہا تھا اور میدان یرموک میں ایک بھی زندہ رومی موجود نہ تھا۔ رات کو مال غنیمت جمع ہوتا رہا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی ہوتی رہی اور فضا میں تحمید و تکبیر کی آوازیں گونجتی رہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اگلی صبح ماہان کا تعاقب کیا۔ ماہان کا خیال تھا کہ مسلمان مال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوں گے وہ بڑے اطمینان سے اپنے بچے کھچے فوجیوں اور زخمیوں کو لے کر دمشق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آدھے راستے میں جا لیا۔ آرمینیہ کا بادشاہ ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بچی کھچی فوج بھاگ نکلی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوئے۔ اہل دمشق نے دو سال پہلے کے معاہدے کے مطابق نیا معاہدہ کر کے مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کیا۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں موجود تھا جب اسے یرموک میں شکست کی خبر ملی۔ یہ سن کر وہ خشکی کے راستے اپنے دارالسلطنت قسطنطنیہ روانہ ہو گیا جب وہ شام کی سرحد پر پہنچا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ اے سرزمین شام تجھے سلام اور الوداع اس کی طرف سے جو تجھ سے رخصت ہو رہا ہے۔ آہ کتنا اچھا ملک میں دشمن کے حوالے کئے جا رہا ہوں۔ آئندہ رومی صرف خوف کی حالت میں تیری طرف لوٹ سکیں گے۔

جنگِ یرموک پر ایک نظر

ہلال و صلیب کا یہ معرکہ جس میں دو لاکھ تثلیث پرستوں کو چالیس ہزار توحید پرستوں نے کچل کر رکھ دیا تاریخ عالم کا ایک انمٹ فوق البشر کارنامہ ہے اس میں کئی قسم کے جوڑ توڑ اور حربی تدبیریں استعمال کی گئیں۔ مثلاً مبارز طلبی اور انفرادی جنگ، آمنے سامنے کی مڈ بھیڑ، مقابل فوج میں مدغول، پہلو کے حملے۔ عقبی حملے اور دفع دشمن کی کاروائیاں یہ سب کچھ صرف سیدنا خالد

سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر اور جنگی صلاحیتوں کا بے مثال نمونہ تھا۔ پہلے چار روز صرف مدافعانہ جنگ لڑی گئی تاکہ دشمن تھک کر نڈھال ہو جائے۔ آخری دو دن جارحانہ جنگ لڑی گئی جس نے دشمن کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں بقول طبری ایک لاکھ پینتیس ہزار رومی قتل ہوئے۔ مگر یہ صرف مبالغہ آرائی ہے۔ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تاریخ میں ہر واقعہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ایک قاری صحیح واقعہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسرے مقام پر یہی طبری رومی مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کرتا ہے۔ بلاذری اور ابن اسحٰق بھی ستر ہزار بتلاتے ہیں۔ اور یہی تعداد قرین قیاس بھی ہے۔ ان میں سے آدھے میدان جنگ میں قتل ہوئے اور آدھے گھاٹی میں لڑھک کر مرے۔ مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ جن میں سے چار ہزار شہید ہوئے، سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ جو بحالت کفر امیر مکہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگیں لڑتے رہے نابینا ہو گئے۔ ان کی اہلیہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا مسلمان خواتین کو جوش دلا دلا کر مسلمانوں کو غیرت دلواتی رہیں۔ اور رجز پڑھ پڑھ کر مسلمان عورتوں کو ہمراہ لے کر میدان جنگ میں پہنچیں۔ سیدنا ابو سفیان رض کا بڑا بیٹا سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بحیثیت سالار حصہ لیا۔ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے چند دن پہلے اسلام لا چکے تھے اور ان کے دوسرے بیٹے سیدنا معاویہ رض سال بھر پہلے اسلام لا چکے تھے وہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آگے چل کر سیدنا یزید رض کی وفات کے بعد شام کے گورنر بنے۔ اور سیدنا حسن رض کے خلع خلافت کے بعد عالم اسلام کے منتخب امیر المومنین بنے۔ بیس سال آپ شام کے گورنر رہے اور بیس سال امیر المومنین رہ کر عالم جاودانی کو سدھارے۔ جنگ یرموک میں جو سیدنا ابو عبیدہ رض کی سالاری اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر کے مطابق لڑی گئی۔ سیدنا امیر معاویہ رض کے لئے ایک ایسی تربیتی جنگ تھی جس نے آگے چل کر آپ میں وہ حربی صلاحیتیں پیدا کیں کہ آپ کے زمانہ خلافت میں تثلیث پرستوں نے اسلامی ممالک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی۔ بلکہ آپ کے دورِ خلافت میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ جس کے متعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اس جنگ میں شامل تمام فوج کے لیے جنت واجب ہے۔ آپ کے دور خلافت میں ہی قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا جس میں شامل فوجیوں کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ مغفرت یافتہ لوگ ہیں۔ اس لشکر مغفور میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا ابن زبیرؓ سیدنا حسین بن علی رضؓ شامل تھے۔ اور اس لشکر کا سالار سیدنا امیر معاویہ رضؓ کا بیٹا تھا۔

اسی جنگ میں سیدنا علی رضؓ بھی شہید ہوئے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب کے لخت جگر اور سیدنا ابوالعاص رضؓ کے بیٹے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے بانگ درا میں ایک نظم لکھی ہے۔

اک نوجوان صورت سیماب مضطرب	آکر ہوا امیر عساکر سے ہمکلام
اے بوعبیدہ رخصت پیکار دے مجھے	لبریز ہو چکا میرے صبر و سکون کا کام
بولا امیر فوج کہ وہ نوجوان ہے تو	پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پہنچے جو بارگاہ رسول امین میں	کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے	پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور نے

فتح کی تکمیل

یرموک سے بچے کھچے عیسائی شمالی شام اور بحیرہ روم کے شمالی حصے میں پہنچے۔ اب ان میں جنگ لڑنے کی کوئی سکت باقی نہ رہی تھی۔ اسلامی فوج کی اکثریت بھی زخموں سے نڈھال تھی مگر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو دمشق پر قبضہ بحال رکھنے کیلئے بھیجدیا۔

اوائل اکتوبر ۶۳۶ء میں آپؓ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ ان کا اگلا ہدف قیساریہ اور بیت المقدس تھے۔ مگر جنگی کونسل کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچی آپ نے تمام صورت حال سے امیر المومنین کو مطلع کر کے مشورہ طلب کیا۔ دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ پہلے بیت المقدس فتح کیا جائے۔ یہ حکم

ملتے ہی آپ بیت المقدس روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کی فتح

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رض کو متحرک رسالے کی سالاری سونپ کر ہراول کے طور پر آگے بھیجا۔ رومیوں کو معلوم ہوا تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہ محاصرہ چار مہینے جاری رہا۔ آخر دار المقدس کے بطریق سوفرونیاس نے ہتھیار ڈالنے اور جزیہ دینے کی پیش کش کی۔ مگر شرط یہ رہی کہ خلیفۃ المسلمین خود آ کر اس معاہدے پر دستخط کریں۔ سوفرونیاس اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔ اسے اپنی مذہبی کتب پر پورا عبور حاصل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے کا حلیہ کیا ہے۔ اس کی اس شرط میں یہ راز پوشیدہ تھا۔ یعنی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ کا حلیہ اس کی مذہبی کتب میں مذکور فاتح بیت المقدس کے حلیہ کے مطابق ہو گا تو وہ بیت المقدس کو اس کے حوالے کر دے گا۔ ورنہ جنگ لڑے گا۔ اسے یقین تھا کہ دوسرا کوئی آدمی بیت المقدس پر قبضہ نہیں کر سکے گا۔ قرآن مجید میں بھی اہل کتاب کی مذہبی کتب کے متعلق موجود ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے۔

سوفرونیاس کی اس شرط پر سیدنا شرجیل رض نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کو اتنے طویل سفر کی تکلیف نہ دی جائے۔ بلکہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جو قد و قامت میں امیر المومنین کی طرح تھے۔ امیر المومنین رض کی صورت میں سوفرونیاس کے پاس بھیجا جائے۔ مگر جب اس منصوبے پر عمل کیا گیا تو سوفرونیاس پہلی نظر میں ہی پہچان گیا کہ یہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

آخر امیر المومنین کو بذریعہ خط تمام حالات سے آگاہ کیا گیا۔

دنیا کے عظیم حکمران کا بے مثال سفر

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضؓ کو سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کا خط ملا تو وہ اس حالت میں مدینہ سے عازم بیت المقدس ہوئے کہ ان کے ہمراہ صرف ایک غلام اور سواری کے لئے ایک اونٹ تھا آپ کے جسم مقدس پر وہی پیوند لگے کپڑے تھے جو اکثر ان کے جسم پر رہتے تھے انہوں نے مدینہ سے نکلتے ہی غلام سے اس بات کا فیصلہ کیا کہ برابر برابر فاصلہ باری باری اونٹ پر سوار ہوں گے۔ چشم فلک نے یہ نظارے کہاں دیکھے تھے کہ چالیس لاکھ مربع میل کا حکمران ایک طویل سفر کیلئے اپنے دار الحکومت سے روانہ ہو رہا ہے۔ کبھی خود اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور امیر المومنین رضؓ خلیفۃ المسلمین اونٹ کی مہار پکڑے آگے آگے پیدل چل رہا ہے۔ امیر المومنین کا پہلا پڑاؤ جابیہ تھا۔ جہاں سیدنا یزید رضؓ سیدنا ابو عبیدہ رضؓ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیان رضؓ نہایت شاندار ریشمی اور زربفت پوشاک میں ملبوس تھے امیر المومنین رضؓ کی نظر جوں ہی ان پر پڑی آگ بگولہ ہو گئے سواری سے اتر کر مٹھی میں کنکریاں بھریں اور ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اس حلیہ میں مجھے ملنے کیلئے آتے ہو۔ پھٹکار ہو اس افراط پر جس نے تمہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔ امیر المومنین رضؓ اس وقت پیوند زدہ سادے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد وہ زیادہ زاہد مرتاض ہو گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی قبائیں کھول کر امیر المومنین کو دکھایا کہ وہ نیچے بکتر اور ہتھیار پہنے ہوتے ہیں امیر المومنین اس جواب سے کچھ نرم پڑ گئے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سادہ لباس میں تھے۔ جابیہ سے یہ قافلہ بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ بیت المقدس میں اسلامی فوج اپنے امیر المومنین کی زیارت اور استقبال کے لئے چشم براہ تھی یہ دن گویا ان کے لئے روز عید تھا۔ اگلے روز جنگی مشاورت

طلب کی گئی۔ عصر کی نماز کا وقت آیا تو سب کی خواہش ہوئی کہ سیدنا بلال رض اذان دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ رض نے اذان دینی ترک کر دی تھی۔ امیر المومنین رض کی بھی خواہش تھی کہ بلال رض کی اذان سنیں چنانچہ سیدنا بلال رض نے اذان دی اور مسلمانوں کی آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے۔ اگلے روز معاہدہ کیا گیا اس پر مسلمانوں کی طرف سے امیر المومنین کے دستخط ہوئے اور بطور گواہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رض اور سیدنا معاویہ بن سیدنا ابو سفیان رض نے دستخط کئے۔ یہ معاہدہ اپریل ۶۳۷ء میں لکھا گیا۔ حضرت امیر المومنین دس روز قیام فرما کر واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد

امیر المومنین کے حکم کے مطابق سیدنا یزید رض نے دوبارہ قیساریہ کا محاصرہ کیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رض اور سیدنا شرجیل رض نے فلسطین اور اردن پر از سر نو قبضہ کرنے کیلئے کوچ کیا۔ یہ دونوں مقامات جلدی مسلمانوں کے قبضے میں آگئے مگر ۶۴۰ء میں فتح ہوا۔ سیدنا ابو عبیدہ رض اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سترہ ہزار کا لشکر لے کر شمالی شام کی طرف روانہ ہوئے دمشق، حمص اور مفسرین سے ہوتے ہوئے حاظر پہنچے تو وہاں عیسائیوں نے ان پر زوردار حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کا سالار مناس نامی ایک جنگجو بہادر فوجی تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض کی جوابی کاروائی کے پہلے حملے میں ہی مناس قتل ہو گیا۔ اس کی فوج نے جب اپنے سالار کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ غصے سے پاگل ہو گئی۔ وہ کفن بدوش نہایت غیض و غضب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مگر سب قتل ہوئے۔ حاظر کے باشندوں نے شہر سے نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی۔ سیدنا ابو عبیدہ رض نے حاظر کی جنگ کے

حالات لکھ کر جب امیر المومنین رض کی خدمت میں بھیجے تو امیر المومنین رض نے سیدنا خالد سیف اللہ رض کی بہت تعریف کی۔ اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ خالد رض کو سپہ سالاری قدرت سے ورثہ میں ملی ہے اللہ تعالیٰ ابو بکر رض پر اپنی رحمت نازل کرے وہ مجھ سے بہتر مردم شناس تھے۔

حلب کا معرکہ

اس فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب کا حکمران یوقنہ ایک مشہور جنگجو فوجی سالار بھی تھا۔ وہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں ٹکر لینے کے لئے حلب سے چھ میل باہر آکر مسلمان لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مگر پہلی جھڑپ میں ہی بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ حلب کے چاروں طرف ایک بلند فصیل تھی اور فصیل کے باہر چاروں طرف گہری کھائی تھی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یوقنہ نے محاصرہ توڑنے کی کئی بار کوشش کی مگر ہر بار منہ کی کھائی۔ آخر اس نے ہرقل کو فوجی کمک کے لئے لکھا۔ مگر ہرقل ابھی تک یرموک کی شکست کے زخم چاٹ رہا تھا۔ اور بیت المقدس کو دوبارہ قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اس نے یوقنہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی آخر چار مہینے محصور رہ کر یوقنہ نے اکتوبر ۶۳۶ء میں ہتھیار ڈال دیئے اس کی محافظ فوج کو اجازت دے دی گئی کہ جہاں جانا چاہے چلی جائے۔ یوقنہ نے اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے کے تحت لڑنا منظور کر لیا۔ اگلے چند ہفتوں میں اس نے نہایت بے جگری سے جانبازی کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا اسکے بعد عزاز وغیرہ فتح ہوئے۔ عزاز کی فتح کے بعد اسلامی لشکر حارم کے راستے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا۔

انطاکیہ کی فتح

انطاکیہ ابھی بارہ میل دور تھا کہ مسلمانوں کو دریائے اورنٹیز جو اب نہر العاصی کے نام سے

موسوم ہے پر ایک لوہے کا پل عبور کرنا ہے۔ پل عبور کرتے ہی رومی لشکر سے مٹ بھیڑ ہو گئی رومی بڑی جوانمردی سے لڑے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ کہا جاتا ہے کہ اجنادین اور یرموک کے بعد رومیوں کا یہاں سب سے زیادہ جانی نقصان ہوا۔ رومی بے ترتیبی سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کے چند روزہ محاصرے کے بعد روم کی سلطنت کا یہ ایشیائی صدر مقام ۳۰ اکتوبر ۶۳۷ء کو سرنگوں ہو گیا۔

انطاکیہ کی فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لاذقیہ، جبلہ اور طرطوس کو فتح کرتے ہوتے واپس حلب پہنچ گئے۔ اب سارا شام مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رض نے سیدنا خالد سیف اللہ رض کو بحیثیت عامل اور سپہ سالار قنسرین چھوڑا اور خود صوبہ حمص کے حاکم کی حیثیت سے اپنے فرائض سنبھال لئے اب تمام شام میں مکمل امن و امان تھا۔ سیدنا عمرو بن العاص رض کو فلسطین میں، سیدنا شرجیل رض کو اردن میں، سیدنا یزید رض کو دمشق میں عامل مقرر کیا۔ اب صرف قیساریہ باقی رہ گیا تھا۔ جہاں سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیان رض کے جیش نے محاصرہ کر رکھا تھا اور قیساریہ کی فتح ان کے ذمے تھی۔

دوبارہ حمص

اتنی تباہ کن شکستوں کے باوجود ہرقل چین سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔ اس نے از سر نو عیسائی عربوں سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ عیسائی عرب اس کے بہکانے میں آ گئے اور مشرق کی طرف سے شمالی شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ سیدنا ابو عبیدہ رض نے ہرقل کی اس نئی چال کو توڑنے کیلئے حمص میں مسلمان فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور صورت حال سے امیر المومنین کو بھی مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رض کو یقین تھا کہ سیدنا ابو عبیدہ رض اور سیدنا خالد سیف اللہ باسانی اس غیر تربیت یافتہ لشکر سے نمٹ لیں گے۔ احتیاطاً انہوں نے عراق میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رض کو لکھا کہ وہ فوراً تین جیش کمک کیلئے شام کی طرف بھیج دیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رض نے

ایک جیش سیدنا سہیل بن عدی رض کی کمان میں رقا کی طرف دوسرا جیش سیدنا عبداللہ بن عتبہ کی کمان میں نصیبین کی طرف اور تیسرا جیش ایاز بن غنم کی کمان میں دریانی علاقے کی طرف بھیجا۔ سیدنا فاروق اعظم رض نے سیدنا قعقاع بن عمرو رض کو لکھا کہ وہ چار ہزار کا لشکر لے کر عراق سے دریائے فرات کے راستے سیدنا ابو عبیدہ رض کی مدد کے لئے پہنچ جائیں عیسائی عرب حمص پہنچے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کو قلعہ بند پایا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران سیدنا سعد بن ابی وقاص رض کے عراق سے بھیجے ہوئے جیش یکے بعد دیگرے آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ اب عیسائی عربوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ ان کا اپنا علاقہ دشمنوں کے رحم وکرم پر تھا اور وہ ہرقل کی مدد کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے فوراً محاصرہ چھوڑا اور واپس عراق کی طرف بھاگ نکلے۔ سیدنا قعقاع کے حمص پہنچنے سے تین دن پہلے عیسائی عرب حمص سے رخصت ہو چکے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رض کے فوجی سالاروں کو جب عیسائیوں کی واپسی کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے امیر رض کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور اپنے اپنے مقام پر رک گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رض کی اس جنگی چال نے عیسائی عربوں کو کھلا کر رکھ دیا۔ مگر اب ضروری ہو گیا تھا کہ ان عیسائی عربوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین رض نے سیدنا ایاز بن غنم رض کو فوج کا سالار مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان کو بد عہدی اور غداری کا عبرت ناک سبق دیا جائے۔ چنانچہ سیدنا ایاز بن غنم رض نے چند ہفتوں میں دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں پر بغیر خون بہائے دوبارہ قبضہ کر لیا اس کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رض کی درخواست پر سیدنا ایاز بن غنم رض کو امیر المومنین نے ان کی ماتحتی میں کام کرنے کا حکم بھیجا۔

طرطوس اور مرعش

اسی سال موسم خزاں میں سیدنا ابو عبیدہ رض نے سیدنا خالد سیف اللہ رض اور سیدنا ایاز بن غنم رض کی سرکردگی میں طرطوس اور مرعش کی فتح کا حکم دیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی اب رومیوں کے لئے ہوا بن گیا تھا۔ چنانچہ

ان کے کانوں میں جب سیدنا خالد سیف اللہ کا نام پہنچتا تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھٹھک کر رہ جاتے۔ چنانچہ دونوں مقامات کے حاکم صلح کے معاہدوں پر رضامند ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ان شہروں کے حاکموں نے کہا کہ جس قدر مال آپ چاہیں لے لیں اور ہماری جان بخشی کریں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان شہروں سے مسلمانوں کو اس قدر مال ملا جس کی مثال اس سے پہلے شاذ ہی دیکھنے میں آئی تھی۔ اس مہم سے مسلمان زندگی بھر کیلئے مالدار ہو گئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی کا پانچواں دور

میدان جنگ سے رخصتی

تاریخ اسلام کا المناک اور حیرت ناک باب

آگے بڑھنے سے پہلے اپنے تخیل کی پرواز کو گزشتہ ابواب کی طرف لے جانے سے قارئین کو نظر آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضہ ایک خوش لباس، خوش اطوار، خوش گفتار، بلند کردار، عالی حوصلہ انسان تھے۔ ہزاروں میں کھڑے دور سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر شعبہ نفاست کا ایک عجیب مرقع تھا۔ ان کے ماتحت لڑنے والے ان پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ جو کام کرتے تھے اس میں ایک خاص سلیقہ ہوتا تھا۔ وہ ایک طرف مصاف زندگی میں سیرتِ فولاد کا پیکر تھے تو دوسری طرف شبستان محبت میں خوش اخلاقی کا مجسمہ تھے وہ جس طرح خوش لباس تھے اسی طرح خوش خوراک تھے۔ انہوں نے زندگی میں بے حساب جنگیں لڑیں۔ قاعدے کے مطابق ان کو اپنے ہر مقابل کی شکست اور اس کے قتل پر کروڑوں سے متجاوز مال ملا۔ مال غنیمت سے ان کو الگ حصہ ملتا رہا اور اس کے علاوہ ان کی ماہانہ تنخواہ بھی بحیثیت ایک سالار لشکر کے سب سے زیادہ تھی اگر بخشش وعطا اور فیاضی وسخاوت میں ان کی جبلت حد سے بڑھی ہوئی نہ ہوتی

تو وہ اس دور کے سب سے بڑے امیر نہ سہی بڑے امیروں میں سے ایک ضرور ہوتے مگر دولت آئی اور ریت کی طرح ان انگلیوں سے بہ گئی۔ وہ زندگی بھر کبھی فردا کیلئے کچھ بھی پس انداز کرنے کی سوچ میں مبتلا نہ ہوئے۔ ان کے پاس درجنوں غلام تھے۔ انہوں نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی درجنوں اولاد تھی۔ ان کی خانگی زندگی ایک شاہانہ انداز رکھتی تھی مگر اس کے باوجود بھی اگر وہ چاہتے تو ضرور کچھ نہ کچھ پس انداز کر سکتے تھے۔ خانگی اخراجات سے جو بچتا وہ ان بہادر سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے جو ان کے ماتحت لڑتے تھے۔ ان کی یہ فیاضی امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضؓ کو بھی معلوم تھی مگر وہ فقیر منش، درویش طبع کفایت شعار خلیفہ اسے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی فیاضی نہیں بلکہ ان کا اسراف سمجھتے تھے۔

مرعش کی مہم سے چند روز پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک خاص غسل کیا وہ جس طرح ہر کام نفاست سے کرتے تھے اس طرح ان کا یہ خاص غسل بھی ایک نفاست لئے ہوتا تھا۔ وہ چند خوشبودار آمیزوں پر ایک قسم کا الکوحل ملا کر وہ خاص غسل کیا کرتے تھے جس سے وہ جسم میں تازگی اور چستی محسوس کرتے تھے۔ آج عقل حیران رہ جاتی ہے کہ امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضؓ کو ایک ایک آدمی کے متعلق اس زمانہ میں کس طرح خبریں مل جاتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ کی طرف سے انہیں خط ملا کہ تم نے اپنے جسم کی مالش ایک حرام شے سے کی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہ خط پڑھ کر حیران رہ گئے کہ اسلام میں شراب پہ پابندی کے مفہوم کو اس قدر وسعت دی جا رہی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کا خیال تھا کہ بیرونی طور پہ اس کا استعمال ناجائز نہیں چونکہ قرآن نے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی اور پھر جس آمیزے سے وہ غسل کیا کرتے تھے اسے خوب ابال کر ٹھنڈا کر کے استعمال کرتے تھے۔ جس میں الکوحل کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ جلد ہی بعد مرعش کی جنگ سے آپ واپس آئے تو سیدنا اشعث رضؓ نے آپ کی شان میں ایک زوردار قصیدہ پڑھا اور آپ نے سیدنا اشعث کو دس ہزار درہم انعام میں دیئے۔ یہ خبر بھی امیرالمومنین رضؓ کو پہنچ گئی۔ اب آپ نے سیدنا ابوعبیدہ رضؓ کو خط لکھا کہ خالد کو جنگی خدمات سے سبکدوش کر دیا جائے۔ اور اسے بر سرِ جماعت

لاکر اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھ کر اس کے سر سے ٹوپی اتار لی جائے۔ اور اس سے دریافت کیا جائے کہ تم نے اشعث کو یہ دس ہزار کہاں سے دیئے ہیں۔ اگر مالِ غنیمت سے دیتے ہیں تو یہ خیانت ہے اپنے مال سے دیتے ہیں تو اسراف ہے۔

گزشتہ سطور میں سیدنا ابو عبیدہ رضؓ، سیدنا خالد سیف اللہ اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم کو عالم اسلام کے تین بلند کردار انسانوں کے عنوان سے پیش کر چکا ہوں۔ یہاں پھر اسے مثلث کے کردار صفحہ ہستی کی سٹیج پر ہمارے سامنے اپنے اپنے کردار کا مظاہرہ کرتے نظر آرہے ہیں ۳۶ھ مطابق ۶۵۷ء موسم خزاں کے دن تھے کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا ابو عبیدہؓ کو لکھا۔

"خالد کو بر سر جماعت لاؤ۔ اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھو اور سر سے اس کی ٹوپی اتار دو اور اس سے پوچھو کہ اس نے اشعث کو کہاں سے پیسے دیتے ہیں۔ اپنی جیب سے یا مال غنیمت سے۔ اگر مال غنیمت سے دیتے ہیں تو اس نے خیانت کی ہے اگر اپنے مال سے دیئے ہیں تو یہ اسراف ہے دونوں صورتوں میں اسے معزول کر دو اور خود اس کے فرائض سنبھال لو۔"

اگرچہ امیر المومنین کا یہ طریقہ کار عربوں کے عام دستور کے مطابق تھا۔ مگر جس آدمی کے لئے اس قسم کی سزا تجویز کی گئی تھی وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا۔ اس سزا کو سرانجام دینے کے لئے بھی کسی اہم شخصیت یعنی کسی بلند مرتبہ صحابی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ قرعہ فال سیدنا بلال رضؓ کے نام پڑا۔ اور انہیں حکم دیا کہ پوری رفتار سے حمص پہنچ کر اس پر عمل کرو۔ سیدنا بلال رضؓ نے حمص پہنچ کر خط سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کے حوالے کیا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضؓ نے امیر المومنینؓ کا یہ خط پڑھا تو دنگ رہ گئے۔ ان کی ذہنی رسائی سے یہ بات بہت بلند تھی۔ یہ سب کچھ اللہ کی تلوار سے ہو رہا ہے مگر اطاعت امیر کے جذبے کی انتہا۔

آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کو بلایا۔ آپؓ نے خیال کیا کہ شاید کسی جنگی مشورہ

کے لئے انہیں بلایا گیا ہے۔ وہ مرعش اور قنسرین سے ابھی ابھی واپس لوٹے تھے۔ انہیں چین سے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔ بلکہ وہ بزم کی نسبت، رزم کے زیادہ دلدادہ تھے۔ وہ اپنے سالارِ اعظم رض کی خدمت میں پہنچے تو وہاں صورت ہی دوسری نظر آئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابو عبیدہ رض کے بیان سے ہکا بکا رہ گئے۔ آپ نے اپنی بہن سے مشورہ کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی۔ آپ اپنی بہن سیدہ فاطمہ رض کے پاس پہنچے۔ وہ ان دنوں حمص میں مقیم تھیں۔ اس جلیل القدر خاتون نے بھائی سے تمام باتیں سن کر کہا بھائی! تم پر ہر حال میں امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل کرنا واجب ہے۔ تم فوراً سپہ سالارِ اعظم رض کی خدمت میں پہنچو اور جیسا وہ حکم دیں اس پر عمل کرو۔ آپ نے بہن کی پیشانی پر بوسہ دیا اور سیدنا ابو عبیدہ رض کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اب دونوں سپہ سالار اس مقررہ مقام کی طرف چپ چاپ روانہ ہو گئے۔ جہاں تمام لشکر کو جمع ہونے کا حکم مل چکا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنے محبوب سالار سے مصافحہ کرنے کو آگے بڑھے مگر آپ سر جھکائے سالار اعظم رض کے ساتھ اس چبوترے پر پہنچ گئے جو ایک کنارے پر تیار کیا گیا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رض کی ایک طرف سیدنا بلال آکر بیٹھ گئے۔ چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ مسلمانوں کو اس مجلس کا مقصد معلوم نہ تھا۔ اس اجتماع کے مقصد سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ سیدنا بلال رض نے استفہامیہ نظروں سے سیدنا ابو عبیدہ رض کی طرف دیکھا مگر انہوں نے منہ موڑ لیا ان کے نزدیک یہی کافی تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جنگی خدمات سے معزول کر دیا گیا تھا۔ وہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی برسرِ عام اس بے عزتی کو برداشت کرنے کی اپنے آپ میں ہمت نہیں پاتے تھے۔ سیف اللہ رضی اللہ عنہ، وہ سیف اللہ تھے جنہوں نے ۱۱ھ سے ۱۷ھ تک کے قلیل ترین دور میں اسلام کے خلاف مرتدین کے بے پناہ سیلاب کے سامنے صرف بند ہی نہ باندھے بلکہ ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا، جنہوں نے عراق میں مجوسیوں کو گیدڑوں کی طرح بھگا بھگا کر مارا۔ جنہوں نے صحرائے موت کو چند دنوں میں طے کر کے ان کے لشکر کو ایسے حالات میں رومیوں کی یلغار سے بچایا جو انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے۔ جنہوں نے تمام شام

کا علاقہ فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ سیدنا بلال رضؓ، سیدنا ابو عبیدہ رضؓ کی کیفیت ملاحظہ کر کے خود کھڑے ہو گئے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے کہا اے خالد رضؓ! تم نے اشعث کو دس ہزار درہم اپنی جیب سے دیئے یا مال غنیمت سے سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا بلال رضؓ نے دوبارہ یہ الفاظ دہرائے اور یہ کہتے ہوتے ان کے قریب پہنچ گئے کہ یہ امیر المومنین رضؓ کا حکم ہے اور ان کے سر سے پگڑی اتار کر اسی پگڑی سے ان کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیئے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد تیسری بار اپنا سوال دہرایا۔ اب احتجاجاً سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کی زبان سے نکلا اپنے مال سے، یہ سن کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کھول دیئے اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا۔ اور کہا ہم اپنے حکمرانوں کی بات سنتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یہ کوئی الف لیلیٰ کی داستان نہیں۔ یہ کوئی جو ستان خیال کی کہانی نہیں۔ یہ تصورات ماورائے کوئی قصہ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ہوا اور اسی سطح ارضی پر ہوا۔ ہزاروں کے مجمع میں ہوا۔ وقت کے امیر المومنین کے حکم سے بظاہر ایک حبشی غلام کے ہاتھوں ہوا اور اس شخص کے ساتھ ہوا جو تاریخ عالم کا سب سے بڑا فاتح ہے۔ جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ رضؓ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حبشی غلام کو اسلام نے وہ مرتبہ عطا کر دیا تھا کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضؓ اسے میرے آقا کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور تاریخ عالم کے سب سے بڑے فاتح کی تمام فتوحات اس کے اس اطاعت امیر کے کارنامے کے سامنے گرد راہ ہو کر رہ جاتی ہیں اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پھر حمص پہنچے سب کو خدا حافظ کہا اور مدینہ روانہ ہو گئے وہ جب مدینہ سے نکلے تھے۔ تو تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تھے جب ان کی فتوحات کے کارناموں کی خبریں مدینہ پہنچتیں تو مسلمان بڑی حیرانی اور اچنبھے سے ایک دوسرے سے پوچھتے اور سنتے۔ مگر اب وہ ایک کامیاب سالار جنگ کی حیثیت سے مدینہ نہیں پہنچ رہے تھے بلکہ ایک خوار آدمی کی حیثیت سے لوٹ رہے تھے۔

عجیب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کا سب سے پہلے جس آدمی سے ٹکراؤ ہوا۔ وہ امیر المومنین رضؓ تھے۔ ایک طرف اس وقت کی معلوم دنیا کا سب سے بڑا حکمران اور دوسری طرف تاریخ اسلام کا سب سے بڑا فاتح۔

امیر المومنین کی نظر جونہی سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے چہرے پر پڑی ان کی زبان سے فی البدیہہ چند شعر نکل گئے۔

تم نے وہ کام کئے ہیں جو کوئی اور آدمی نہ کر سکا

مگر یہ کام انسان نہیں کرتے بلکہ اللہ کرتا ہے

سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ نے کہا آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے میں اس کے لئے مسلمانوں سے احتجاج کرتا ہوں۔ واللہ اے عمر رضؓ آپ نے میرے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا یہ تمام دولت کہاں سے آئی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا مال غنیمت میں میرا حصہ ساٹھ ہزار درہم ہے۔ امیر المومنین نے مال کا جائزہ لیا تو اسی ہزار نکلا۔ بیس ہزار ضبط کر لئے۔

مگر یہ ساٹھ ہزار یا اسی ہزار کا حساب ایک محقق کی نظر میں نہیں جچتا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے ہاتھوں صرف عراق میں ایک لاکھ ٹوپیوں والے دو آدمی قتل ہوئے تھے۔ اور شام میں جو آدمی ان کے ہاتھوں قتل ہوئے ان کا مال بھی لاکھوں سے متجاوز تھا۔

یہ سب کچھ ہو چکا تو امیر المومنین رضؓ نے کہا اے خالد رضؓ! واللہ تم میری نظروں میں قابل احترام ہو اور عزیز ہو اور آج کے بعد تم کو مجھ سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر وہاں اب شکایت کے موقع کے لئے باقی کیا رہ گیا تھا۔ چند روز کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ قنسرین پہنچے، بہت جلد امیر المومنین رضؓ کو احساس ہو گیا کہ خالد رضؓ کے معاملہ میں مسلمانوں کے جذبات نہایت نازک ہیں اور ان کو یہ سب کچھ نہایت ناگوار گزر رہا ہے۔ اب انہیں تمام فوجی سالاروں کے نام ایک مراسلہ جاری کرنا پڑا۔

میں نے خالد رضؓ کو نہ اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے علیحدہ کیا اور نہ ہی ان کی کسی

بے ایمانی کی وجہ سے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ لوگ ان کے بہت زیادہ مداح
تھے۔ اور گمراہ ہو رہے تھے۔ مجھے خوف تھا کہ لوگ ان پر تکیہ کرنے لگیں گے میں
چاہتا ہوں کہ لوگ یہ سمجھیں کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور ملک میں کوئی
فتنہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اس مراسلے کے بین السطور سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کی بہت بڑی تعداد سیدنا خالد سیف اللہؓ کی معزولی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو رہی تھی۔ اگر سیدنا خالد سیف اللہؓ کی خواہش ہوتی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ جو وہ چاہتے ــــــ مگر ان کا سب کچھ اسلام اور صرف اسلام تھا۔

اللہ کی وہ تلوار جو کفار کے خلاف بے نیام ہوئی تھی اب واپس نیام میں چلی گئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ اس کے بعد کم و بیش چار برس زندہ رہے۔ یہ چار برس ان کے لئے کسی طور پر بھی خوشگوار نہ تھے۔ وہ اگرچہ مفلس نہ تھے مگر اپنی فیاضی کی وجہ سے تنگدست تھے۔ تیس ہزار درہم سالانہ وظیفہ پر گزر تھی۔ اگرچہ میانہ روی سے دن گزارنے کیلئے یہ رقم کافی تھی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ جیسے لکھ لٹ اور فیاض کا اس میں گذر مشکل تھا۔ انہوں نے حمص میں ایک مکان خرید کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ ان کے دوست اور عقیدتمندان کے پاس پہنچتے اور گزرے دنوں کی باتیں ہوتیں۔ ان کے لئے یہ متاہلانہ زندگی ان کیلئے ایک بہت بڑا بار تھی۔ وہ اپنے اکثر احباب سے اپنی جنگی کاروائیوں کا ذکر کرتے کرتے دور فضاؤں کی طرف نظریں لے جاتے اور ان پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اب ان پر ایک اور افتاد پڑی محرم ۱۸ھ میں عمواس کے قصبہ سے طاعون کی وبا پھوٹی۔ اور پھر اس نے تمام شام اور فلسطین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس وبا میں اس بطل جلیل کے کنبے کے تمام افراد نذر اجل ہو گیا۔ اسی وبا میں سیدنا ابو عبیدہ رضؓ، سیدنا شرجیل رضؓ، سیدنا یزید رضؓ، سیدنا ضرار رضؓ سب لقمہ اجل بن گئے۔ یہ سب ان کے گہرے دوست تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضؓ کے چالیس بیٹے تھے جن میں سے سلیمان سب سے بڑے تھے۔ بعد میں وہ مصر کی جنگ میں شہید ہوئے دوسرے مہاجر تھے

جو صفین میں شہید ہوئے۔ تیسرے عبدالرحمٰن تھے جو ہم طور اپنے باپ کی مجسم تصویر تھے امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رض کے عہد خلافت میں انہیں کسی نے زہر دے کر شہید کر دیا۔ قاتل بعد میں ان کے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ ان کی بیٹیوں کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ مردوں میں ان کی نسل ان کے پوتے خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ رض سے چلی۔

بنگش قبیلے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم سیدنا خالد سیف اللہ رض کی اولاد سے ہیں عمواس کی وبا کے بعد مسلمانوں کا لشکر سیدنا عمرو بن العاص رض نے سنبھالا اس وبا میں پچیس ہزار مسلمان لقمہ اجل بنے۔ امیر المومنین رض نے سیدنا امیر معاویہ رض کو دمشق اور اردن کا عامل اور فوجی سالار مقرر کیا۔ سیدنا ایاز بن غنم کو شمالی شام کے علاقے کا عامل اور فوجی سالار بنایا اور سیدنا عمرو بن العاص رض فلسطین کے حاکم رہے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ آپ رض کو مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں پہنچتی رہیں مگر اب ان کی حالت اس عاشق کی سی تھی جس کے سامنے اس کی محبوبہ موجود ہو مگر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں۔

اس عندلیب سوختہ ساماں کی کچھ نہ پوچھ

اجڑا ہو جس کا آشیاں فصل بہار میں

احباب اور بیٹے طاعون کی نذر ہو گئے۔ عرب جنگجوؤں میں سب سے غضب ناک اور کامیاب (گبن) بطل جلیل کی زندگی اب حسرتوں کا مرقع بن کر رہ گئی تھی۔ امیر المومنین کو ان کی بے بسی کے تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان کی اپنی یہ حالت تھی کہ ان کی اکثر راتیں مسجد کی سیڑھیوں پر اونگھتے گزر جاتی تھیں۔ ان کی اپنی خوراک جو کی نمکین روٹی خشک کھجوریں اور زیتون کا تیل تھا۔ ان کا لباس بالکل معمولی ہوتا تھا۔ جس میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ وہ اپنے کنبہ کو بہتر نان و نفقہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہ کی حسرتناک بے کسی کی زندگی کا کوئی مداوا نہیں تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رض بھی امیر المومنین کی خوبیوں کے معترف تھے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت انہوں نے امیر المومنین کو اپنا وارث قرار دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض تاریخ عالم کے سب سے ہمہ دان قسم کے فوجی سالار تھے اور فوق البشری مہارت کے جرنیل وہ حکمت حرب میں چنگیز اور نپولین سے کہیں بڑھ کر تھے۔ حربی تدابیر میں تیمور لنگ اور فریڈرک سے کہیں بلند مقام کے حامل ذاتی طاقت اور سپہ گری میں ایران خیالی پہلوان رستم سے بلند تر تھے۔ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ ہی وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ پلٹا۔ اگر انہیں فوجی زندگی سے معزول نہ کیا جاتا تو وہ اسلام کا پھریرا لہرتے بحیرہ اسود اور باسفورس تک پہنچ جاتے۔

۱۸ھ میں ان کا عزیز ترین ساتھی سیدنا ایاز بن غنم چل بسا۔ اسی سال سیدنا بلال رض رخصت ہوئے اور اسی سال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا شکست خوردہ دشمن ہرقل مر گیا۔ اس سے اگلے سال ان کی اپنی باری آنے والی تھی۔

ان کی عمر اب ۵۸ سال تھی۔ ان کے جسم پر بالشت بھر جگہ بھی زخموں سے خالی نہ تھی۔ وہ طویل عرصہ علیل رہے۔ ان کے قویٰ طویل علالت نے مضمحل کر دیئے۔ آخری وقت ان کے پاس ان کا صرف ان کا ایک غلام حمام رہ گیا تھا۔

ایک دن آپ کا ایک دوست آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے بڑی حسرت سے اسے کہا کہ میں ہر جنگ میں یہ آرزو لے کر دشمنوں کی صفوں میں دور تک گھستا چلا جاتا رہا کہ شہادت کی موت نصیب ہو۔ مگر آج نہایت بے بسی سے بستر مرگ پر دراز یہ حسرت دل میں لئے دنیا سے رخصت ہونے کے انتظار میں پڑا ہوں۔ دوست نے جواب دیا آپ کو لسان رسالت مآب سے سیف اللہ کہلانے کی سعادت نصیب ہو چکی ہے۔ پھر اللہ کی تلوار کو کسی دشمن کی تلوار سے کیسے گزند پہنچ سکتا تھا۔ وہ آخری وقت اکیلے اپنے بستر پر دراز تھے اور ان کا جاں نثار غلام حمام ہموم و غموم کے بے پناہ جذبات کو اپنے قلب میں سموئے اپنے جلیل القدر آقا کے چہرے

کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ دن ڈھلتے وہ آفتاب عالمتاب موت کی وادیوں میں کھو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی موت کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ عورتیں آہ و بکا کرتی ہوئیں بنو مخزوم کے گھروں کی طرف نکل کھڑی ہوئیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی نے گریہ و بکا کی یہ آواز سنی تو اپنے کمرے کے فرش سے درّہ لے کر باہر کی طرف لپکے۔ باہر نکلتے ہی ان کے کانوں میں ان کی اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی زوجہ رسول کے رونے کی آواز پہنچی وہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ کہ ایسا تو کسی عظیم انسان کی موت پر ہی ہو سکتا ہے آخر عقدہ کھلا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ آپ واپس آ گئے اور درّے کو کھونٹی سے لٹکاتے ہوئے کہا مدینہ کی عورتوں کو خالد کی موت پر رونا ہی چاہیئے۔ رونے والے ابوسلیمانؓ جیسے لوگوں کے مرنے پر روتے ہی رہیں گے۔

مرقد

جب کوئی سیاح یا رہ نورد حمص سے نکل کر شاہراہ حما پر آگے بڑھتا ہے تو کچھ فاصلے پر شاہراہ کے دائیں طرف اسے ایک خوبصورت باغ نظر آتا ہے۔ باغ کے آخری کنارے پر ایک مسجد ہے۔ مسجد کا نام مسجد خالد بن الولید ہے۔ یہ مسجد بڑی خوبصورت اور رعب دار ہے۔ مسجد کا کشادہ صحن پچاس مربع گز سے کم نہیں جس طرح مسجد خوبصورت ہے اسی طرح اُسے بڑی خوبصورتی سے مزیّن کیا گیا ہے۔ مسجد کے شمال مغربی کونے میں ایک خوبصورت گنبد کے نیچے وہ مجاہد کبیر یوم النشور کے انتظار میں محو استراحت ہے۔ اگر اس مزار پر پہنچنے والا اس میں محو خواب مجاہد کبیر کے کارناموں سے واقف ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح اس کے وہ تمام کارنامے ایک ایک کر کے گزرتے جائیں گے جو اس مختصر سی تالیف میں قارئین کی نظروں سے گزر چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جاننے والے تو جانتے ہیں کہ یہاں کون بطل جلیل محو خواب ہے مگر جو نہیں جانتے ان کی نظر بھی جب اس مرقد کے تعویذ پر پڑتی ہے تو وہ اپنے

اندر چند لمحات کیلئے ایک مرعوبیت کی سی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

خالد اعظمؓ

عالم اسلام پر تیرے ان گنت انمٹ احسانات ہیں۔ آج تک تیری حربی صلاحیتوں کے سامنے تیرے بعد آنے والے ہر فوجی سالار نے عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ اس نے تیرے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں کیں مگر وہ تیری گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ تجھ پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رضامندی رحمت کا نزول ہوتا رہے۔ آمین۔

اَلْقَوْلُ الْمَفْتُوحْ

بسلسلہ

سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع

کے جواب

"حضرت امام حسینؓ اور تیسری شرط"

کا جواب الجواب

حکیم فیض عالم صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(القرآن)

اللھم صل علی رقیہ بنت رسول اللہ والعن من اذی نبیک فیھا۔ اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا۔ (تحفۃ العوام۔ زاد المعاد)

بنات الرسولؐ

(طبع ثانی بہ ترمیم و اضافہ)

شیعہ علمائے سے ایک فکر انگیز دینی و تاریخی مراسلت

تالیف و ترتیب

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ القرآن

اے اہل بیت مطہرات (رضی اللہ عنہن) اللہ تعالیٰ (جل جلالہ) یہ پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ تمہیں ہر طرح بالکل پاک صاف کر دے۔

صِدّیقۂ کائنات

یعنی

ام المومنین سیدۂ کائنات حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے حالاتِ زندگی، تفقہ فی الدین میں آپکا مقام اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان دسیسہ کاریوں او غلط فہمیوں کا ازالہ جو اسلام دشمن تحریکوں کی جانب سے امہات المومنینؓ کی ذوات قدسیہ کیخلاف ایسے منظم طریقوں سے مشتہر کرکے بار بار دُھرائی جاتی رہیں کہ سواد اعظم اہلسنت کی اکثریت نے ان افتراپردازیوں کے ماعلیہ و مالہٗ سے غض بصر اور صرفِ نظر کرتے ہوئے انہیں حقیقت سمجھ کر اپنے دینی سرمایہ کا ایک حصہ بنالیا۔

شہیدِ ناموسِ آلِ رسولؐ

حکیم فیض عالم صِدّیقی شہید

رحمۃ اللہ علیہ

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون نمبر: ۴۱۸۰۹

حکیم صاحب کی دیگر کتب

- دامغ الظنون ——— ۵۶/= روپے
- حقیقت مذہب شیعہ ——— ۹۰/= روپے
- اختلافِ اُمت کا المیہ ——— ۱۰۵/= روپے
- بنات الرسول ——— ۳۶/= روپے
- القول المفتوح ——— ۲۱/= روپے
- صدیقۂ کائنات ——— ۷۲/= روپے
- حیاتِ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ——— ۵۱/= روپے
- مقام صحابہ رضی اللہ عنہم ——— زیرِ طبع
- عبداللہ بن سبا ——— "
- شہادت ذی النورین ——— "